Sumratul Adab Darululoom
انجمن ثمرۃ الادب
دارالعلوم
۳۶۲

تمہید

مَیں نے ۱۹۰۳ء میں جبکہ تذکرہ امیر کسی قدر کوشش اور محنت کے بعد لکھا تھا کہ جسے
خُدا کے فضل سے بڑی مقبولیّت حاصل ہوئی۔ تو وعدہ کیا تھا کہ شہنشاہ ناصرالدین قاچار کجکلاہ
ایران سلطان المعظم عبدالحمید خاں ثانی غازی اور چند دیگر زمانۂ حال کے اولوالعزم اور نامور
مسلمانوں کے حالاتِ زندگی قلمبند کرونگا۔ لیکن بوجہ فرائضِ منصبی کے مجھے بہت کم فرصت
ملی۔ کیونکہ ایڈیٹری کے کام کی مشکلات بے انتہا ہیں۔ گذشتہ سفر یورپ کے زمانہ میں اتفاقاً
مَیں بھی اُسی راستہ سے گذرا کہ جس طرف سے شاہ مظفرالدّین کجکلاہ ایران اپنے سیاحت
یورپ میں گذرے تھے۔ اور پیرس اور قسطنطنیہ میں اُسی زمانہ میں تھا جبکہ آپ اِن مقامات
میں وارد تھے۔ اِس زمانہ میں یورُوپ کے مختلف مُلکوں کے اخبارات اور نیز بعض
اشخاص کی مُلاقات سے شاہ کجکلاہ کی لیاقتوں اور طبیعت کی خُوبیوں کا بہت سا حال
معلوم ہوا۔ اِس لئے مَیں نے مناسب سمجھا کہ بجائے اِنکے والد مرحوم کے اِنہیں کے
کچھ حالات اُردو زبان میں لکھنے چاہئیں۔ اور گذشتہ ستمبر میں جو متوحش خبریں ایرانی
مرزا کی سازشوں اور دُور از حال شاہ کے قتل کے منصُوبوں کے متعلق شائع ہُوئی تھیں
انہوں نے مجھے ترغیب دی کہ جہاں تک واقعات کا علم مجھے ہے اُسے شاہ کجکلاہ کے
حالات کے ساتھ شائع کردوں۔ تاکہ بہی خواہان کے لئے مُوجبِ اطمینان ہو۔

مَیں نے اِن حالات کے جمع کرنے میں اپنے چند نوٹوں اور انگریزی ترکی عربی
فرانسیسی جرمنی فارسی اور اُردو زبانوں کے اخبارات سے خصُوصًا مدد لی ہے۔ افسوس ہے

کہ مجھے شاہ مظفر الدین کی زندگی کے حالات کافی مقدار میں دستیاب نہیں ہو سکے۔ اور نہ مجھے معلوم ہے کہ کسی زبان میں ابتک کوئی کتاب حضرت شاہ کے حالات میں شائع ہوئی ہے۔ تاہم جو کچھ میں نے مختلف ذرائع سے جمع کیا ہے وُہ معتبر سمجھا جانے کے لائق ہے۔ لیکن اگر اس میں کوئی غلطی یا فروگذاشت ہو تو جو صاحب مجھے اس سے مطلع فرمائینگے میں اُن کا شکر گذار ہونگا۔

آخر کتاب میں مضامین متعلق کے چند ضمیمے لگائے گئے ہیں جن میں سے ایک میں نامہ خسروان سے حضرت شاہ کے حالات بجنسہٖ فارسی زبان میں مقتبس کئے گئے ہیں۔ اور بہت سی تصاویر حضرت شاہ اور انکے عزیزوں اور وزیروں اور اُنکے محلات وغیرہ کی جابجا لگائی گئی ہیں۔ جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ انکے مختلف مقامات سے فراہم کرنے میں کچھ جستجو ضرور کی گئی ہے ✣

لاہور۔ ۳۱۔ دسمبر ۱۹۰۱ء

محبوب عالم

شاہِ کجکلاہ مُظفر الدّین

۲۱۴۹۵۸

کتابخانہ، موزہ و مرکز اسناد مجلس شورای اسلامی
تاسیس ۱۳۰۲ هجری شمسی

ایران کی موجودہ حالت اور شاہ کجکلاہ کی لیاقت او توجہ

اہلِ ایران اپنے بادشاہ کو شہنشاہ جمجاہ اور ظلّ اللہ کے نام سے یاد کرتے ہیں اور حقیقت میں وُہ اس بات کا حق رکھتے ہیں۔ کیونکہ کیخسرو اور کیقباد اور فریدون اور نادر کا جانشین جو ۲۷۰۰ برس کے پورانے تختِ ایران پر جلوہ افروز ہے۔ ہر طرح سے شہنشاہ کہلانیکا حق رکھتا ہے۔ اور واقعی دُنیا کے سلاطین کبار میں شمار ہوتا ہے۔ گو اب ایران دارا کے وقت یا سلاطین خاندان ساسانیاں کا ایران نہیں ہے۔ اور اسکا اُتنا رقبہ بھی باقی نہیں رہا۔ تاہم موجُودہ رقبہ بھی سلطنت جرمنی کے دوچند سے زیادہ ہے۔ اور یوروپین جغرافیہ نویسوں کے اندازہ سے درحقیقت بہت بڑھ کر ہے۔ ایرانی طبعاً بڑے ذہین اور ذکی ہوتے ہیں۔ اور ایک نہایت قدیم اور عظیم قوم کی یادگار ہیں۔ خاک پاک ایران ایک مردم خیز خطہ ہے۔ اسکے کئی شہر سعدی فردوسی حافظ قاضی بیضاوی مصنفِ تفسیر بیضاوی اور امام فخرالدین رازی جیسے نامور علما کے مسقط الراس ہیں۔ اس کی زمین جہاں تردد کیا

جاوے نہائت زرخیز اور سیر حاصل ہو۔ اور گو کچھ مدت سے سلطنت ایران اور قوم ایرانی کو وُہ عروج حاصل نہیں کہ جو انہیں قدیم الایام میں رہ چکا ہو۔ تاہم اب بھی ایران کی حالت ایسی مایوسی بخش نہیں کہ جیسی کہ بعض یوروپ کے اخبارات اُسے ظاہر کرنے کے عادی ہیں۔ میں مسٹر ایس جی ڈبلیو بنجمین سابق سفیر اضلاع متحدہ امریکہ متعینہ دربار طہران کے اس رائے سے پُورا اتفاق ہے کہ ایرانیوں میں ابھی بہت کچھ نمو کی طاقت باقی ہے۔ رُوس خواہ کتنی کوشش کرے ایران کو بہت جلد نوالہ نہیں بنا سکتا۔ اور وُہ وقت دُور نہیں ہو جبکہ یہ انقلابی حالت ایران کے سر سے گذر جائیگی۔ اور ایران ایک مرتبہ پھر اُسی عروج اور اقبال کو حاصل کریگا کہ جسے کھو چکا ہے۔ اور اس کام کو پُورا کریگا کہ جو مشیت ایزدی کو اس سے دنیا میں کرانا منظور ہے۔

اِس میں شک نہیں کہ بوجہ دو عظیم الشان سلطنتوں رُوس اور انگلستان کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کی سرزمین ایران آجکل بساطِ شطرنج بنی ہُوئی ہے۔ جس کے شاطر رُوسی اور انگریز ہیں۔ اور ایرانی حکام زیادہ تر مہروں کا کام دے رہے ہیں۔ لیکن مُہرے ابھی بالکل بیجان نہیں ہُوئے۔ نہیں بلکہ مُہروں میں کچھ نئی قوت احساس کی پیدا ہو رہی ہے۔ اور وُہ موجُودہ شاہ کجکلاہ مظفر الدین شاہ کی دقیقہ رسی اور معاملہ فہمی کی بدولت ہے۔ کہ جسکے ناخن تدبیر سے ابھی ایران کی قسمت کا عُقدہ حل ہو سکتا ہے۔ شاہ کجکلاہ کا سفر یورُوپ اور اُس سے واپس آکر اپنی سلطنت کی ضروری اصلاحوں میں مصروفیت اس امر کا یقین دلاتی ہو۔ کہ وُہ دن دُور نہیں ہو کہ ایران کی حالت بہت کچھ سنبھل جائیگی اور مشرق کا سفید دیوتا یعنے زارِ رُوس ایران کی نسبت اپنے منصوبوں کی ناکامی پر صبر کر بیٹھیگا۔ خُدا کے فضل و کرم سے شاہ مظفر الدین بلحاظ علم و فضل روشنضمیری تدبیر سلطنت معاملہ فہمی اور سلیم المزاجی کے اُن تمام صفات سے بہرہ ور ہیں کہ جن کی ایک عالیشان شہنشاہ میں ضرورت ہو۔ مانا کہ ایران کی حالت بہت خراب ہو۔ قدیم رسم و رواج

اور بدانتظامی کی بہت سی رُکاوٹیں اُن کے راستہ میں حائل ہیں۔ لیکن مستقل عزم اور بادشاہوں کی عقلمندی کونسے مشکلات ہیں کہ جنپر فتح نہیں پا سکتی۔ امیر عبد الرحمٰن خاں مرحوم نے اپنی چند سال کی حکومت میں افغانستان جیسے غیر متمدن ملک میں کیا کچھ عجائبات نہیں کر دکھلائے۔ موجُودہ مکاڈو (شاہ) جاپان موتوسو ہیتو نے اپنی زندگی میں اپنے ملک کی کیسی کچھ کایا پلٹ دی ہے۔ تو ایران میں جو نسبتاً زیادہ شائستہ ملک ہے کیا کچھ نہیں ہو سکتا۔

یورُوپ کے اخبارات بارہا ایران کی نسبت ایسی متوحش خبریں لاتے ہیں اور ایسے دُور از کار فسانے سُناتے ہیں کہ دُوسرے روز خود انہیں اپنی پہلی باتوں کی تردید کرنا پڑتی ہے۔ یہہ درست ہے کہ ایران کے نظام سلطنت میں بڑی تقویت اور اصلاح کی ضرورت ہو۔ یہ بجا ہے کہ قوم سے تعصب اور جہالت دُور کرنے کی ضرورت ہو۔ یہ واقعی امر ہے کہ فوج کی اصلاح اشد ضروری ہے۔ اور خزانہ کا انتظام اُس سے زیادہ ضروری لیکن اب آثار نظر آتے ہیں کہ یہ سب کام جلدی تکمیل کو پہنچ جائینگے۔ کیونکہ شاہ جمجاہ نے خود اِن سب کاموں کی اصلاح کی جانب بنفس نفیس توجہ مبذول کی ہے۔ آپ کی سیاحتِ یورُوپ اور خصوصاً نمائش پیرس کے دیکھنے کی زیادہ تر یہی غرض تھی کہ اپنی مملکت میں مختلف حرفتوں اور تجارتوں کو رواج دیں۔ اور یورُوپ سے لَوٹ کر اعلیٰ حضرت ظلِ سُبحانی نے پُوری توجہ سے اصلاح کے کام کو شروع کر دیا ہے۔ جو خدا کے فضل و کرم سے ضرور نیک پھل لائیگا۔ مَیں چاہتا ہُوں کہ شاہ مظفر الدین کے کسیقدر حالاتِ زندگی قلمبند کروں۔ کہ جن سے اندازہ ہو سکے کہ ایران کی قسمت کی زمام آجکل کیسے باخبر شخص کے ہاتھ میں ہے۔ اور اُس کی لیاقتوں سے ایران کی آئندہ قسمت کی نسبت کیا توقع کیجا سکتی ہے۔ اور مجھے بھروسا ہو کہ نیک توقع کیجا سکتی ہو۔ جس زمانہ میں شاہِ کجکلاہ قسطنطنیہ میں حضرت سلطان المعظم کے مہمانِ خاص تھے اور ترکی اخبار

انکے محامد اور حرکات و سکنات سے لبریز نکلتے تھے اخبار المعلومات کے ایڈیٹر صاحب کی فرمائش سے میں نے ایک فارسی مضمون انکے متعلق لکھا تھا۔ حضرت سعدی شیرازیؒ کے جس شعر پر بطریق تفاول میں نے اُس مضمون کو ختم کیا تھا اب اُس سے اُن کے حالات کو شروع کرتا ہوں۔ ؎

اقلیم پارس را غم از آسیب دہر نیست
چوں بر سرش بُود چو تواش سایہ خُدا

شہزادہ مظفر الدین کی طفولیت ولیعہدی اور تعلیم

سلاطین خاندان قاچار کے پانچویں تاجدار نامدار شاہ شہامت پناہ ایران مرزا مظفر الدین خان ۱۴ جمادی الآخر ۱۲۶۹ہجری روز جمعہ (مطابق ۲۵- مارچ ۱۸۵۳ء) کو طہران میں زینت افزائے مہد وجود ہوئے۔ آپ شاہ ناصر الدین شہید کے دُوسرے فرزند ارجمند ہیں۔ ان کے بڑے بھائی جو ایک دوسری والدہ کے بطن سے ہیں کہ جو شاہی نسل سے نہ تھی ظل السلطان کے لقب سے ملقب ہیں۔ شہزادہ مظفر الدین نے دس سال کی عُمر تک شہر طہران میں علُوم متداولہ میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اور اپنی استعداد طبعی سے اُسی عُمر میں خاصی لیاقت پیدا کرلی۔ اُسی زمانہ میں ایران کے قواعد اور قوانین مقررہ کے بموجب انہیں صُوبہ آذربائیجان کا گورنر مقرر کرکے (کیونکہ ولیعہد سلطنت ایران ہمیشہ اسی صُوبہ کا گورنر مقرر کیا جاتا ہے) اس کے صدر مقام تبریز میں بھیجا گیا۔ اور وہاں پہنچکر یہ اُسی طرح علوم و فنون کی تحصیل میں بدل مصروف ہوگئے۔ پیرس پایہ تخت فرانس کے مشہور مدرسہ پولی ٹکنیک سے فارغ التحصیل ہوکر آئے ہوئے میرزا نظامی کہ جو شاہ ناصر الدین مرحوم کے

تحصیل تعلیم کے لئے پیرس کو بھیجے ہُوئے طلبا میں سے ایک تھا۔ تبریز میں طلب کرکے ولیعہد سلطنت کی تعلیم پر مامُور کیا گیا۔ چنانچہ تمام ضروری علوم و فنون جو یورُوپ کے مدرسوں میں پڑھائے جاتے ہیں ایران کے آیندہ شاہ نے اس اُستاد سے حاصل کئے۔ اور میرزا نظام اور دو دُوسرے اُستادوں سے رُوسی اور فرانسیسی زبانیں اور ریاضیات جغرافیہ تاریخ جر ثقیل معہ تاریخ یورُوپ اور ادبیات عمومی کے تحصیل کئے۔

شاہ مظفر الدین عالم شہزادگی میں

ابتدا میں شہزادہ مظفر الدین کے حکم سے یہ دونوں اُستاد یورُوپ کی علوم و فنون کی ضروری کتابوں کو فارسی زبان میں ترجمہ کردیتے تھے۔ اور یہ انہیں حفظ کرلیتے۔

غرض بقول ایک یورپین اخبار نویس کے ایران کا آیندہ بادشاہ اپنے اُستادوں کے بارہ میں خصوصیت سے خوش نصیب تھا کہ جنہوں نے اُسے سعدی حافظ اور فردوسی کے ہموطنوں پر کسی دن قابلیت کے ساتھ حکومت کرنے کے لائق بنانے میں محنت و کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ کیونکہ شہزادہ مظفر الدین ابھی ۲۰ بیس برس کے نہ ہوئے تھے کہ ملکی زبان ایرانی کے علاوہ کُردی تُرکی اور عربی میں اسقدر مہارت حاصل کرلی کہ اسوقت ممالک مشرق میں مشرقی علوم ادب میں شاید کوئی شخص تاجدار ایران کا ہم پلہ ہو۔

یہ بات مبالغہ آمیز معلوم ہوتی ہے کہ علمائے مشرق میں سے کوئی بھی ان تینوں مشرقی زبانوں کے جاننے والا حضرت شاہ سے فاضل نہ ہو لیکن اس سے شاہ کی فوق العادت لیاقت کی ضرور تاکید ہوتی ہے۔ جیسا کہ میں اُوپر اشارہ کر چکا ہوں۔ خاندانِ قاچاریہ کا قدیم دستور ہے کہ ولیعہدِ سلطنت کو ہمیشہ صُوبۂ آذربائیجان کا حاکم یعنے گورنر بنایا جاتا ہے۔ شاید رُوس اور ٹرکی دو زبردست ہمسائہ سلطنتوں کی سرحد پر واقعہ ہونے یا کسی اَور طرح سے آذربائیجان کے ضروری صُوبہ ہونے کے باعث ولیعہدِ ایران کو یہاں کا گورنر بنایا جاتا ہے۔ خواہ اِس دستُور کی کوئی وجہ ہو لیکن معلوم ہوتا ہے کہ شاہ شہید ناصر الدین نے شروع ہی میں اس امر کا فیصلہ کر لیا تھا کہ تختِ ایران کا جانشین

شہزادہ ظل السلطان برادر اکبر شاہ مظفر الدین

شہزادہ مظفر الدین ہوگا۔ ہر چند کہ اُسکا بڑا بھائی ظلّ اللّسان شاہ ناصر الدین کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ اور لائق بھی تھا۔ لیکن چونکہ وُہ ایک کنیز کے بطن سے تھا۔ یا کوئی اور وجہ ہو۔ بہرحال شاہانِ ایران تقرّر ولیعہد کے بارہ میں مطلق العنان ہیں۔ اس لئے ظلّ السلطان پر شہزادہ مظفر الدین کو ترجیح دی گئی۔ اور نو دس سال کی عمر میں ہی اُسے تبریز کا گورنر بنا کر بھیج دیا گیا۔ شہزادہ مظفر الدین کی ولیعہدی کی رسم جس طور سے تبریز

میں ادا کی گئی تھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر ویمبری کے سفرنامہ سے اُسے بجنسہٖ یہاں درج کر دیا جائے۔ پروفیسر ویمبری اِس زمانہ میں قسطنطنیہ سے طہران کو جا رہا تھا۔ جب راستہ میں تبریز میں پہنچا تو انہیں دنوں وہاں یہ شاندار رسم ادا ہونے والی تھی۔ چنانچہ وُہ اس چشم دید واقعہ کو اس طرح بیان کرتا ہے :-

"تبریز میں چونکہ چند یوروپین بھی موجُود تھے۔ اور سوائے ایشیائی لوگوں کے مَیں انکی صحبت میں بھی رہتا تھا۔ اِس لئے اس شہر کا قیام مجھے کسی طرح دو بھر نہ معلوم ہوا۔ اِن ایام میں یہاں ایک بڑا جشن ہوا۔ مظفر الدین میرزا شاہِ ایران کا بڑا بیٹا تھا۔ اِن ایام میں یہ ولیعہدِ سلطنت قرار پایا۔ اور پبلک طور پر اِسے خلعتِ ولیعہدی دیا گیا۔ یہ جشن کئی دن تک رہا۔ محل شاہی کے دروازے پر بھیڑ لگی رہتی تھی جس دن مَیں پہلی مرتبہ اعلٰے کوٹھک (شاہی محل) میں داخل ہوا تو وہاں پر شان و شوکت اور غلاظت جاہ و جلال اور مسکنت دوش بدوش موجُود تھے۔ دیوانِ عام میں دروازہ کے سامنے بڑے بڑے امرا اور اعیانِ سلطنت بیٹھے تھے۔ اور خاص خاص اُمرا کے حلقہ میں شہزادہ جس کی عُمر نو سال کی تھی بیٹھا ہُوا تھا۔ اُمرا کے لباس زرق برق تھے مگر اُن کے چہرہ سے سنجیدگی اور مردانگی برس رہی تھی۔ اُنکے حرکات و سکنات اور نشست کی صُورت سے معلوم ہوتا تھا کہ وُہ تمکنت اور نمود کے فراز و نشیب سے بخوبی ماہر ہیں جو ایسے پبلک موقعوں پہ دکھلانا پڑتا ہے۔ دربار کے گرد سرباز (سپاہی) یوروپین طرز کی وردیاں پہن کر دو قطاروں میں کھڑے تھے۔ البتہ اُن کے سروں پر ایرانی ٹوپیاں تھیں۔ اور ان غیر ملکوں کی وردیوں میں وُہ نہایت بے چین معلوم ہوتے تھے۔ بلکہ میں ہنسی کو روک نہ سکا۔ جب مَیں نے دیکھا کہ ان کو یہ وردی پہننی نہ آتی تھی۔ کئی چیزیں اُنہوں نے اُلٹی پہنی ہُوئی تھیں۔ اُن کی طرف صحن باغ میں لکڑی کے تخت پوشوں پر مصری اور مختلف قسم کی ایرانی مٹھائیاں اور شیرینی کے بڑے بڑے چوبی

طشتوں میں رکھے ہوئے تھے۔ یہ چیزیں تکمیلِ جشن کے لئے ایران میں ضروری سمجھی جاتی ہیں۔ وسط میں تخت متمکن تھا جس پر ولی عہد نے کہ جس کا رنگ زرد تھا اور کمزور معلوم ہوتا تھا۔ آکر جلوس کیا۔ اور اسوقت بڑے بڑے امرا اس کے گرد حلقہ زن تھے۔ اس کے تخت پر جلوس فرماتے ہی توپیں چلنے لگیں۔ اور فوجی باجہ بجنے لگا۔ اتنے میں شاہی سفیر خلعت لے کر وہاں نمودار ہوا اور اُس نے خلعتِ ولیعہدی شہزادے کو پہنایا۔ پھر سفیر نے مرصّع تمغہ "شیر وخورشید" لے کر شہزادہ ولیعہد کی چھاتی پر لگایا۔ جب یہ تمام رسُومات ادا ہو چکیں تو سفیر نے ایک پردہ اُٹھا دیا۔ اُس پردے کے پیچھے شاہ کجکلاہ ایران کی تصویر کپڑے پر منقش تھی۔ جس وقت اس تصویر کے آگے سے پردہ اُٹھا تو تمام دربار سروقد کھڑا ہو گیا۔ نوجوان شہزادہ نے دوڑ کر اس تصویر کو بوسہ دیا۔ اِس کے بعد فوراً اس تصویر پر پردہ ڈال دیا گیا۔

"جس وقت شہزادہ تصویر کو بوسہ دے کر واپس آیا اور پھر اُس نے دوبارہ تخت پر جلوس فرمایا تو پھر توپوں کی شلک ہوئی۔ اور پھر باجہ بجنے لگا۔ ایک مقدّس اور معزّز مولوی نے روبرو آکر دعا دی اور فرمانِ شاہی کا زور سے اعلان کیا گیا۔ اور اخیر میں ایک نوجوان شاعر نے اس جشن کی تقریب میں ایک قصیدہ پڑھا۔ اس قصیدہ میں شاعر نے بیان کیا کہ شہزادہ نازک گلاب کا پھُول ہے۔ خورشید انور ہے۔ اور بحرِ حکومت و شرافت کا دُرِ شہوار ہے۔ اخیر میں اُس نے کہا کہ یہ گوہر لائق تاجِ شاہنشاہی ہے۔

"اِس قصیدے میں اس شاعر غرا نے یہ بھی بیان کیا کہ یہ شہزادہ شجاعت مجسّم ہے۔ اس کی شمشیرِ آبدار کا ایک وار تمام سپاہ کو غارت کرنے کے لئے کافی ہے۔ پہاڑ اس کو دیکھ کر کانپتے ہیں اور اس کو خشمناک دیکھ کر دریا خشک ہو جاتے ہیں۔ اِس نوجوان شاعر کے پڑھنے کا طریق میرے لئے بالکل نیا تھا۔ جو اس کے مبالغہ آمیز قصیدہ سے بھی مجھے عجیب معلوم ہوا۔

"اِس کے بعد دربار برخاست ہوا اور سب نے صحنِ باغ میں جا کر مٹھائی چکھی۔ جو بڑے بڑے طشتوں سے لے کر حاضرین میں تقسیم کی گئی۔ ساتھ ہی ساتھ دربار کا ایک افسر لوگوں کے حاضر ہونے کے لئے اپنی طرف سے انکا شکریہ ادا کرتا جاتا تھا۔"

جس روز سے شہزادہ مظفرالدین صُوبہ آذربائیجان کے حاکم مقرر ہوئے اور اُنہوں نے ہوش سنبھالکر اس کی اصلاح کی جانب توجّہ کی اس علاقہ کی ترقی آمدنی اور رعایا کی حالت کی بہتری میں نمایاں فرق نمودار ہو گیا۔ بہت سی عالیشان عمارتیں تعمیر ہو گئیں اور رعایا پہلے سے زیادہ خوشحال نظر آنے لگی۔ راستے سڑکیں اور پُل تعمیر کیے گئے۔ اور کئی سرکاری مدرسے بھی قائم کئے گئے۔ چنانچہ آج آذربائیجان ایران کا ایک نہایت

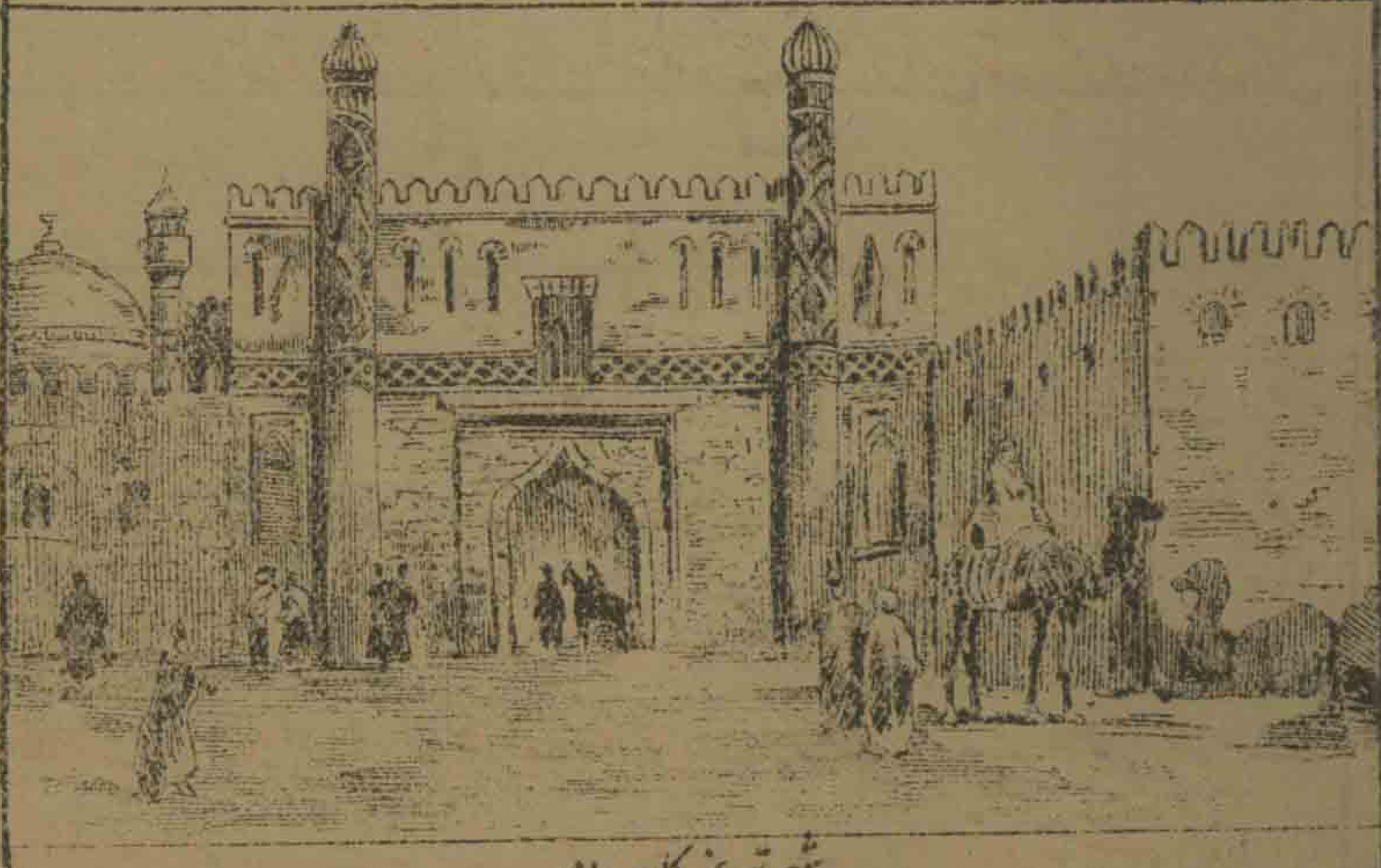

شہر تبریز کا دروازہ

خوش سواد اور آباد علاقہ ہو گیا ہے۔ ترکی اخبار اقدام ناقل ہے کہ ایک زمانہ میں شہزادہ ولیعہد کے عہد گورنری کے دوران میں اس صُوبہ میں قحط نمودار ہوا۔ تو اُنہوں نے علاقہ روس سے بہت سا غلّہ منگوا کر قحط زدہ فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل آذربائیجان کو اس قحط شدید سے زیادہ نقصان نہ پہنچا۔ ترکی اخبار

ترجمانِ حقیقت نے لکھا تھا کہ مرزا مظفر الدین کے زمانہ حکومت میں ہی آذربائیجان میں یورپین طرز پر مکتب کھُلنے اور دیگر رفاہ عام کے کام جاری ہونے کے علاوہ عدالتوں کی اصلاح اور ایک طور کے میونسپل کمیٹیوں کا اجرا ہوا۔

آذربائیجان کا مکتب عسکری بھی انہیں کا قائم کیا ہوا ہے۔ اس مدرسہ میں فنون عسکری کے ساتھ ہی کسی قدر علوم طبعیہ زبانِ فرانسیسی اور زبان روسی بھی سکھلائی جاتی ہے۔ اور آپ کے نام سے منسوب ہونے کی وجہ سے اس مکتب کا نام "مظفریہ" ہے۔ اس وقت تک ایران میں اخبارات جاری نہیں ہُوئے تھے۔ شہزادہ ولیعہد نے تبریز سے ایک ماہوار چھپنے والا اخبار جاری کیا جو اسوقت ایران کے سب اخبارات میں زیادہ نشر ہوتا ہے۔ شاہ مظفر الدین کی عمر کا زیادہ حصہ یعنے قریب تیس سال کے تو تبریز کی گورنری میں گذرے ہیں۔ اسلئے تبریز میں انکے عمدہ کاموں سے نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ اِن میں اِنتظام کا مادہ بہت اعلیٰ ہے۔ اخبار گلوب لنڈن کے ایک نامہ نگار نے لکھا تھا کہ بلحاظ اکتساب و شوق و قدر دانی علوم تبریز میں انکا دربار ولیعہدی خلفائے بغداد اور تاجداران اندلس کے درباروں کا ایک چھوٹے پیمانہ پر پُورا پُورا نمونہ تھا۔ وہ ملک کے تمام قابل اور نامور عُلما و فضلا شعرا اور فیلسوفوں کا مرجع تھا۔ جن سے شاہزادۂ والاجاہ عموماً ظاہر اور مخفی اشیاء کی کیفیت اور ماہیت پر بحث کیا کرتے تھے فلسفہ اور حقائق اشیاء کی جانب ان کی طبیعت خصُوصیت سے مائل تھی۔ ارسطو اور افلاطون کا فلسفہ اور بیکن اور کانٹ کی تصنیفات میں یہ اچھی طرح ماہر ہیں اور بڑی کوشش سے انہیں بار بار پڑھ چکے ہیں۔ علُوم دینی اور شرع اسلامی میں انہیں اس قدر یدطُولیٰ حاصل ہے کہ مسائل متنازعہ فیہ میں مدت سے انکا فیصلہ ناطق سمجھا جاتا ہے۔ علاوہ اس قدر وسیع لیاقت کے جو قریب قریب علوم و فنون کے تمام شاخوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ شاہ مظفر الدین اعلیٰ پایہ کے منجّم اور ہیئت دان بھی ہیں۔ فرانسیسی زبان میں

بڑی روانی سے گفتگو کر سکتے ہیں اور اس زبان کی چیدہ کتابیں اکثر مطالعہ میں رکھتے ہیں۔ تاریخ دانی میں انہیں کمال حاصل ہے۔ اور ایشیا اور یورُوپ کی تاریخوں سے

بروز نوروز ۲۱- مارچ سنہ ۱۹۰۰ء کو شاہ مظفر الدین کے حضور میں ملک الشعراء دربار کھڑا ہوا قصیدہ پڑھ رہا ہے۔ شاہ شہامت پناہ اس تصویر میں موجود نہیں

یکساں واقف ہیں۔ فنّ شعر میں آپکا مذاق بہت منجھا ہوا ہے۔ اور آپ کی توجہ کی بدولت جدید زمانہ کی ایرانی شاعری پر نیچرل خیالات کا بہت اثر پڑا ہے۔ ایران میں اس زمانہ میں بھی شاعری کا اس حد تک چرچا ہے کہ کوئی شخص تعلیم یافتہ نہیں کہلا سکتا جب تک کہ وُہ شعر نہ کہے۔ شاہ مظفر الدین نے زمانہ شباب میں ضرور ادھر توجّہ کی ہوگی۔ لیکن اب انہیں اس کار بیکاری کی مُہلت کہاں ہوگی‡۔

‡ شاہ مظفر الدین کے والد شاہ ناصر الدین کو بھی شعر کہنے کا شوق تھا لیکن شعر گوئی میں اسلئے رتبہ حاصل نہیں تھا ایک روز شاہ نے دربار کے ملک الشعرا کو اپنے شعر دکھلا کر اُس سے داد چاہی۔ مگر شاعر ہمیشہ عجیب مزاج کے لوگ ہوتے ہیں۔ اُس نے بادشاہ کے اشعار کی ایسی تعریف نہ کی کہ جس سے بادشاہ خوش ہوتا اس پر شاہ نے خفا ہو کر حکم دیا کہ ملک الشعرا کو شاہی اصطبل میں لیجا کر گھوڑے کا توبرا اُس کے منہہ میں چڑھا دو۔ کچھ مدت کے بعد شاہ نے پھر شعر کہے۔ اور اپنے سابقہ ملک الشعرا کو طلب کر کے اُسے دکھلائے۔ اس مرتبہ سوائے اسکے کہ شاعر کچھ منہہ سے بولے اُلٹے پاؤں واپس جانے لگا۔ بادشاہ نے وجہ پُوچھی تو شاعر نے عرض کی حضور میں ابھی اُسی اصطبل میں رہنے کے لائق ہوں کیونکہ آپکے اشعار تو پہلے سے ہیں‡

شاہ مظفر الدّین کی تخت نشینی اور اصلاحیں

شاہ ناصر الدین شہید جب اپنی تخت نشینی کی پچاسویں سال کے جشن جوبلی کی تیاریاں کر رہا تھا کہ یکم مئی ۱۸۹۶ء کو ایک کمبخت بابی رضا نامی نے شاہ مرحوم پر شہزادہ عبد العظیم کی مسجد کو جاتے ہوئے جو طہران کے نواح میں واقع ہے ایک طپنچہ سے قاتلانہ حملہ کر کے اُسکا کام تمام کر دیا۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ شاہ مرحوم نے اپنے چھوٹے بیٹے مظفر الدین کو پہلے ہی مدّت سے ولیعہد سلطنت مقرر کیا ہوا تھا۔ اس افسوسناک حادثہ کے بعد فوراً یکم مئی ۱۸۹۶ء مطابق ۱۹۔ ذی القعدہ ۱۳۱۳ ہجری یوم جمعہ کو تبریز میں اور ۲۵۔ ذی الحجہ یکشنبہ کے روز طہران میں وزرا اور ارکان دولت نے شہزادہ مظفر الدین کو شہنشاہ ایران بنا کر باپ دادوں کے تخت پر متمکن کر دیا۔ اسوقت اندیشہ کیا جاتا تھا کہ سلطان مسعود میرزا الملقب بہ ظل السلطان جو شاہ مرحوم کا فرزند اکبر اور فارس کا گورنر تھا کچھ فساد نہ برپا کرے لیکن بلا کسی فساد یا اعتراض کے تخت نشینی کی رسم امن و امان سے طے ہو گئی۔ جو ظل السلطان کی دُور اندیشی اور دانشمندی کی دلیل شمار ہو سکتی ہے۔ آج شاہ مظفر الدین کو تخت ایران پر بیٹھے ابھی پورے چھ سال نہیں گذرے۔ اور جو اصلاحیں اس عرصہ میں شاہ کجکلاہ نے کی ہیں وہ ایران جیسے ملک میں کچھ کم نہیں کہ جہاں متعصب علما کا بڑا زور ہے۔ یہاں تک کہ شاہ ناصر الدین مرحوم نے جب انگریزوں سے تنباکو کا ٹھیکہ کیا تھا تو صرف ایرانی مُلّانوں نے اُس کی مخالفت کر کے شاہ کو عہد اور قرارداد کے بدل دینے پر مجبور کر دیا تھا۔ ایران کے ایک نامور مجتہد نے فتویٰ دیدیا کہ جو ایرانی یہ توتون (تنباکو) استعمال کریگا خدا اور رسُول کا دشمن ہوگا۔ ایکدم میں طہران کے تمام جاہل لوگ مُلّانوں کے بہکانے سے اُٹھ کھڑے ہُوئے۔ اور شاہ کے محلسرائے کے سامنے

جمع ہو کر شور کرنے لگے کہ کافر فرنگی کے ہاتھ میں تنباکو کا اجارہ چلے جانے سے تنباکو نجس ہو گیا ہے۔ جب شاہ باہر یہ کیفیت دیکھکر محل کے حرم سرائے میں داخل ہُوئے تو دیکھا کہ شاہی بیگمات نے بھی شیشے کے خوبصُورت اور قیمتی قلیان توڑ دیئے ہیں۔ اور اصرار کرتی ہیں۔ کہ وُہ آئندہ تنباکو پی کر کافر نہیں ہونا چاہتیں۔ کہتے ہیں کہ بلا مبالغہ اُس روز تمام قلمرو سے ایران میں ہزار ہا بیش قیمت حقّے ٹوٹ گئے ہونگے۔ اِس پر انگریزی کمپنی کو بہت سا تاوان دیکر کہ جو رقم در اصل ایرانیوں کے قومی قرضہ کی بنیاد قرار پائی ہے شاہ ناصر الدین نے تنباکو کا ٹھیکہ مجبُوراً فسخ کر دیا اور طہران میں ایک عظیم فساد ہوتے ہوتے تھم گیا۔ یہ صرف چند مُلّانوں کا کام تھا۔ بدنصیبی سے ایران کے مجتہدوں کو ابھی زمانہ کے تیور نہیں معلوم ہُوئے۔ اور وُہ اپنی قومی ذمّہ واریوں سے آگاہ نہیں ہُوئے۔ اِس لئے وُہ تمام اس قسم کے معاملات میں بھی جو ذرا بھی مذہب سے تعلّق نہ رکھتے ہوں بہت زیادہ تعصب سے کام لیتے ہیں۔

قسطنطنیہ میں مجھے ایک معتبر شخص نے بتلایا کہ ایک سابق ایرانی سفیر معیّنہ استنبول کے بیٹے نے ٹرکی کے مدرسہ حربیہ میں کامیابی سے تعلیم حاصل کر کے طہران میں جنگی ملازمت حاصل کی۔ اور وُہ کسی رجمنٹ کا افسر بنایا گیا۔ اس پر اُس نے جدید قواعد جنگ کے مطابق اپنے ماتحت سپاہیوں کو قواعد سکھلانی چاہی۔ اور فوجی انتظام کی پابندی بھی اُنکے ذہن نشین کرنے کی کوشش کی۔ ایرانی سرباز یعنے سپاہی کہ جو آرام طلبی کے سوائے کسی قواعد سے واقف نہ تھے انہیں یہ پابندی کی شدّت ناگوار گذری۔ اُنہوں نے بعض عُلما سے اس نئی پابندی کی شکایت کی۔ اور عُلما نے حکام تک اس شکایت کو پہنچایا کہ ایسی بدعت رَوا نہیں۔ جس پر وُہ ایرانی نوجوان افسر بیزار ہو کر وطن کی فوجی نوکری چھوڑ گیا۔ اور قسطنطنیہ میں سفارت میں محرّر جا بنا۔ جبکہ کسی اصلاح کے راستہ میں ایسی سنگین رکاوٹیں حائل ہوں تو اصلاح کے کرنے میں دیر ضرور لگیگی۔

لیکن اس پر بھی شاہ مظفر الدین نے اصلاح کا کام شروع کر دیا ہے شاہ کجکلاہ جس معیار سے علما کی عزت کرتے ہیں اور جس درجہ تک حلیم اور خاکسار ہیں وہ ذیل کے واقعہ سے معلوم ہو جائیگا۔ حضرت شاہ نے زمانہ قیام استنبول میں جو ریسپشن (قبول) کا دربار قصر یلدز میں کیا تھا۔ جب اس میں سفیرانِ عثمانی و ممالکِ غیر پیش ہو چکے تو سماحت مآب جمال الدین آفندی شیخ الاسلام بھی پیش ہوئے۔ اسوقت صدر اعظم ایران شاہ کی خدمت میں موجود تھے۔ جب سید جمال الدین کو حضرت شاہ کی جانب سے بیٹھنے کا حکم ملا تو یہ بڑے ادب کے ساتھ فرش پر دو زانو بیٹھ گئے۔ اِس پر شاہ جمجاہ شعائرِ اِسلام کی عزت کے لحاظ سے خود بھی کرسی سے اُٹھ کر فرش پر بیٹھ گئے۔ شیخ الاسلام اِس عزت خاص سے نہایت موثر اور محجوب ہوئے۔ اور ایسے عالیجناب شاہ کی دین عزائے اسلام کی اس حد تک عزت افزائی کرنے پر اظہارِ شکر و سپاس میں اپنا وجد وجدانی ظاہر کرنے لگے۔ اِس پر حضرت شاہ نے فرمایا کہ بلحاظ حدیث قدسی "عُلمَاءُ اُمّتی کاَنبیاءِ بنی اسرائیل" ہم شاہانِ اسلام پر جو حامی اور حافظ شریعت خیر الانام ہیں۔ علمائے اِسلام کا احترام بیحد واجب ہے۔" اس پر جناب شیخ الاسلام نے دستِ نیاز درگاہِ قادر بے نیاز میں بلند کر کے دُعا کی کہ "خُدایا اس شہنشاہ دیانت پرور کو اریکہ سلطنت پر ہمیشہ رکھ۔ اور شکر ہے کہ میں ایسے شہر یار باغیرت کی مُلاقات سے شرفیاب ہوا۔" یہ عالیجاہی اور یہ خاکساری حضرت شیخ سعدی نے ایران کے بادشاہ کی ذات میں اس شعر میں جمع کر دی ہے اُسکا بہتر مصداق تختِ ایران کو کم نصیب ہوا ہوگا ؎

مگو پائے عزت بر افلاک نہ

بگو پائے اخلاص بر خاک نہ

عُلما کی اِس قدر عزت کرنا بیشک ایک مسلمان بادشاہ کی بڑی تعریف اور لیاقت کی بات ہے۔ لیکن جب وُہ علما اس بادشاہ کو شریعت اسلام کے حامی اور حافظ ہونے

سے روکیں اور اپنی ذمہ واریوں کو نہ سمجھیں تو اس کا فرض ہے کہ علما کو سمجھائے کہ وُہ اپنے منصبی دائرہ سے باہر نکلے جاتے ہیں۔ میرے خیال میں اس امر خاص میں شاہ مظفر الدین کو امیر عبدالرحمٰن خاں مرحوم کی کتاب سے ایک ورق لینا چاہئے۔ امیر صاحب بھی ایک مسلمان بادشاہ ہی تھے۔ اور اُنکی حکومت میں تمام شعائرِ اسلام کی حفاظت اور عزت کی جاتی ہے۔ لیکن وُہ اس بات کو نہیں دیکھ سکتے تھے کہ کوئی عالم امورِ سلطنت میں دخیل یا مخل ہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ حضرت شاہ امیر عبدالرحمٰن خاں کی مُلّا مشک عالم کی قبر پر گدھوں کا ہل چلانے کی ایسی باتوں کی تقلید کریں۔ بلکہ ہر بات میں اعتدال قائم رکھنا چاہئے۔ اور ہر شخص کے اختیارات کی حد بندی ہونی چاہئے۔

سب سے پہلے شاہ کجکلاہ نے روٹی اور گوشت سے وُہ محصول معاف کیا جو مُدت سے اُنپر لگا ہوا تھا۔ شاہ ناصر الدین مرحوم نے اپنے آخری زمانہ میں اس اصلاح کی ضرورت محسوس کر کے اس کی منسوخی کا ارادہ ظاہر کیا تھا کہ جس کی فوراً بیٹے نے تعمیل کی۔ اور اس حکم کا ماحصل سنگ مرمر کی سلوں پر کندہ کر کے ہر بڑی مسجد کی دیوار میں نصب کر دیا گیا ہے۔ اب مدت دراز کے بعد مذبوح جانور کا ہر حصہ اور روٹی کا پورا قرص مالک کی ملکیت سمجھا جاتا ہے۔

لیکن اس سے بھی بڑی اصلاح اس بدعت کی کی ہے کہ جس سے ایران پر بہت بڑی مصیبت آئی ہوئی تھی۔ ظالم حکام مظلوم رعایا کا اس قدر خون چُوستے تھے اور بیگار کی ایسی سختی ہوتی تھی کہ بہت سے غریب لوگ ترکِ وطن کر کے رُوسی علاقے میں بھاگ جاتے تھے۔ اس سے میری مراد سلطنت کے تمام عُہدوں کو ٹھیکہ پر دیدینے کے رواج سے ہے۔ ایران میں مدت مدید سے یہ مذموم دستور چلا آتا تھا کہ سلطنت کے ہر صیغہ میں ہر عُہدہ کی کچھ قیمت ہوتی تھی۔ نیلام کے زیادہ سے زیادہ قیمت ادا کرنے والا شخص اس عہدہ پر مامور کیا جاتا تھا۔ اور بارہا ایسا پیش آتا کہ ایک گورنر ایک صُوبہ کی گورنری کا ٹھیکہ

کرکے ابھی روانہ ہوا ہی کہ کسی دُوسرے نے اُس سے زیادہ رقم گورنمنٹ کو نذر کر دی ہی اور پہلا گورنر ابھی اپنے مقام ماموریت پر پہنچنے بھی نہیں پایا کہ دُوسرا گورنر اس کی جگہ لینے کو روانہ ہو جاتا ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص کو جب ایک عہدہ پر مامور کیا گیا تو وُہ صدر اعظم کے سامنے ہی اُس سے رخصت ہو کر اپنے گھوڑے پر اس طرح سوار ہؤا کہ منہ گھوڑے کے دُم کی طرف کر لیا۔ صدر اعظم نے اس کی اس حرکت کی وجہ دریافت کی۔ اُس نے جواب دیا کہ حضور مَیں دیکھنا چاہتا ہُوں کہ کہیں میرے دیکھتے دیکھتے کوئی دُوسرا شخص زیادہ رقم اس عُہدہ کے لئے دے تو مَیں بھی اپنی رقم بڑھا سکوں۔ اب ظاہر ہے کہ لوگ اس طرح زیادہ سے زیادہ رقم وصُول کرنے کی کوشش کرتے تھے جو اُنکے لئے ایک طبعی تقاضا تھا۔ اور رعایا اس طرح برباد ہو گئی تھی۔ شاہ مظفر الدین نے فوراً اس قبیح رسم کی تمام ملک میں بیخ کنی کر دی کہ جس کی وجہ سے آٹھ ہزار عہدے توڑنے پڑے گو اُس کے بُرے اثر تو مدت تک باقی رہینگے۔ لیکن اس اصلاح کے نتائج نیک فوراً پیدا ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ دو سال میں ہی خلیج فارس کے بندرگاہوں کے محاصل اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ پہلے اس سے نصف آمدنی بھی نہ ہوا کرتی تھی۔ کیا یہ اصلاح فی نفسہ کوئی چھوٹی بات ہی۔ جبکہ پچھلے دنوں میں ایران کے ایک مجوزہ قرضہ کی ضمانت میں انگریزی ساہوکار صرف خلیج فارس کی آمدنی کو کفیل ٹھہراتے تھے تو ایرانی انگریزوں کی اس تجویز کو شبہ کی نظر سے دیکھتے تھے۔ کیونکہ انکا خیال تھا کہ خلیج کے محاصل بہت قلیل ہیں۔ بحالیکہ اب وُہ پہلے سی حالت نہیں رہی۔

ایک اَور بہت بڑی اصلاح ملک کے اخبارات کی آزادی ہے گو ابھی ایرانی اخبارات کو یورپین یا ہندوستانی اخبارات کی سی تو آزادی نہیں ملی۔ لیکن پہلے سے انہیں بہت زیادہ نکتہ چینی اور بحث کا حوصلہ دلایا گیا ہے۔ شاہ مظفر الدین کے زمانہ حکومت میں اخبار تبریز تبریز میں صدائے فارس طہران میں۔ اطلاع

شرف۔ روزانہ خلاصۃ الحوادث اور تربیت طہران میں جاری ہُوئے ہیں۔ شرافت ناصری احتیاج ادب اور کمال تبریز میں شائع ہوتے ہیں۔ گورنران صوبجات جو پہلے اپنی نسبت کسی قسم کی نکتہ چینی کو سُننے کی تاب نہیں رکھتے تھے۔ اب خود اخبارات کو کہتے ہیں کہ آزادانہ نکتہ چینی کرو۔ لنڈن کے اخبار سفیر میں ایک ایرانی نامہ نگار نے لکھا ہے کہ ایران کے ایک بہت بڑے صُوبہ کے گورنر نے قاہرہ کی فارسی اخبار ثریا کو جو ایک ایرانی مرزا علی محمد خاں نے جاری کیا ہوا ہے ایک خط میں لکھا کہ تم بے تکلف میرے انتظامِ حکومت کی نسبت نکتہ چینی کرو۔ میں پبلک اوپینین (عام رائے) کو گورنمنٹ کے حق میں مفید سمجھتا ہُوں۔

شاہ مظفر الدین قاچار ایک سادہ لباس میں

شاہ کجکلاہ اخبارات کی خدمات کو یہانتک پسند کرتے ہیں کہ آپ نے محمد طاہر بے مدیر اخبار معلومات قسطنطنیہ کو ایک تمغہ عنایت فرمایا۔ اور اسی طرح مرزا مہدی تبریزی مدیر و محرر اخبار حکمت کو جو فارسی زبان میں قاہرہ سے نکلتا ہے۔ تمغہ شیر و خورشید اور ایک طلائی انگشتری مرحمت فرمائی۔ علاوہ اس کے اخبار کی سالانہ اعانت کے لئے بھی کچھ رقم مقرر کی گئی ہے۔ اسی طرح سید جلال الدین کاشانی مدیر حبل المتین کلکتہ کو بھی جو فارسی زبان کے بہترین اخبارات سے ہے دولت ایران کی طرف سے کچھ وظیفہ ملتا ہے۔ اور یہ سب باتیں ثبوت اس امر کا ہیں کہ شاہ مظفر الدین

بہادر بڑے روشن ضمیر اور اصلاح پسند شہنشاہ ہیں۔

حضرت شاہ کو ترقی تجارت اور ملک میں مختلف مشترکہ کارخانے اور کمپنیاں اور صنعت وحرفت کی فیکٹریاں جاری کرنے کا اس قدر خیال ہے کہ سفر یوروپ پر روانہ ہونے کے وقت ہمراہ رکاب ایک جماعت نامی تجار ایران کی تھی۔ جن کی غرض یہ تھی کہ ممالک یوروپ کے کارخانے اور تجارتی مال دیکھیں اور ایران میں آکر انہیں اصولوں پر کام کریں۔ چنانچہ ایران کی آخری خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سے شاہ کجکلاہ سیاحت یوروپ سے واپس تشریف لائے ہیں بعض تجارتی کارخانوں اور مشترکہ سرمایہ کی کمپنیوں کا رواج ہو چلا ہے۔

حضرت شاہ نے اہل ایران کی تربیت کے لئے ایک ایسا محکمہ تشکیل کیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے اہل ایران کو بہت بڑی ذہنی اور مادی منفعت حاصل ہوگی۔ بلاد ایران میں بہت سے مدارس عمومیہ مکاتب عالیہ۔ یتیم خانے۔ فقیروں کے لئے خیرات خانے۔ صنعت وحرفت کے مدرسے کھل رہے ہیں یہی مدارس علیہ مظفریہ ایک قومی یونیورسٹی کی بنیاد ہونگے۔ اور ان کے ذریعہ سے ایران میں ایک نیا دور سرسبزی اور خوشحالی کا جاری ہوگا۔

حضرت شاہ نے فنون عالیہ میں اعلیٰ مہارت کے آدمی تیار کرنے کے لئے ایک مدرسہ کچھ عرصہ سے خارجیہ ناظر مشیر الدولہ کے مشورہ سے طہران میں جاری کیا ہے جس کی غرض یہ ہے کہ آئندہ یوروپ سے لائق معلم ایران میں منگوانے کی ضرورت باقی نہ رہے۔ چنانچہ اسوقت اعلیٰ درجہ کے یوروپین اُستادوں کی مدد سے ایرانی نوجوان تکمیل تعلیم کر رہے ہیں۔ اُستادوں میں مشیر الدولہ کا بیٹا مشیر الملک قابل ذکر ہے کہ جس نے موسکو کے بیت العلوم میں تعلیم ختم کی ہے اور اب اپنے ملک وملت کی خدمت میں مصروف ہے۔

جہاں شاہ مظفر الدین کی علمی اکتسابات کا ذکر کیا گیا۔ وہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت شاہ کا دستخط نہایت صاف اور شستہ ہے۔ جیسے کہ کسی بہت لکھنے والے شخص کا ہوتا ہے۔ اور اس میں اعلیٰ درجہ کے ایرانی خوشنویسوں کے خط کی شان موجود ہے۔ میں چھوٹے چھوٹے دو نمونے دستخط شاہانہ کے یہاں نقل کرتا ہوں جو شاہ نے اپنے فوٹو گرافوں پر دستخط خاص سے لکھ دیئے ہیں۔

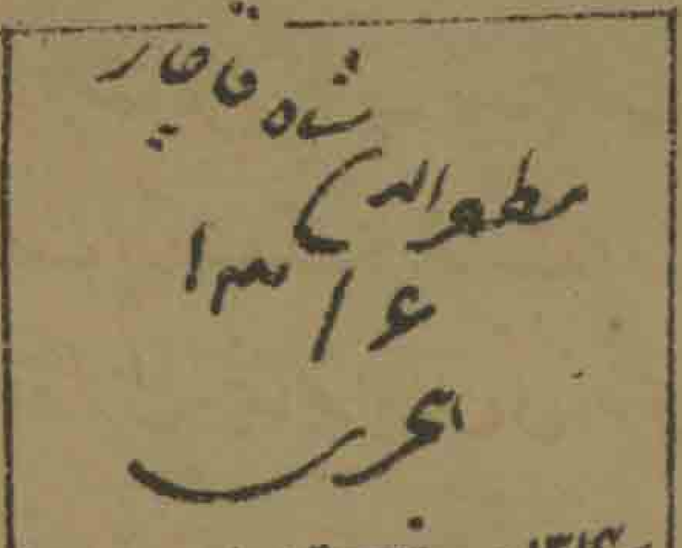

سنہ ۱۳۱۴ ہجری کا دستخط خاص

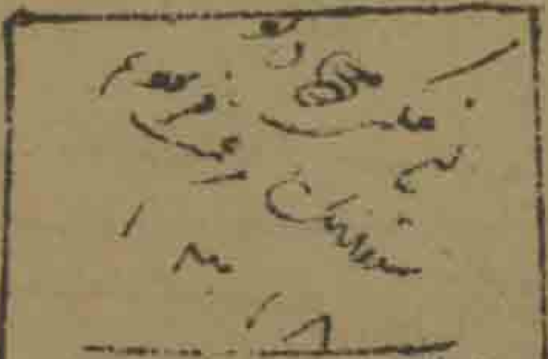
سنہ ۱۳۱۸ ہجری کا دستخط خاص

جب سے حضرت شاہ تخت سلطنت پر متمکن ہوئے ہیں۔ عسکر کی جانب بھی حسن توجہ منعطف کی ہے اور بقول ایک ترکی اخبار کے فوجوں کا فنون عسکری میں ملکہ بہت بڑھ گیا ہے۔ خصوصاً توپ خانہ والے پہلے سے بہت زیادہ ہوشیار ہو گئے ہیں۔ شاہ مظفر الدین کو علمی تجربات کا بڑا شوق ہے۔ اسی لئے محل شاہی میں علوم طبعی کیمیا اور جر ثقیل کے تجربات کا ایک خاص صیغہ ہے۔

ایران میں امور زراعت کی ترقی اور دیگر متعلقہ صنایع کی کلیں منگوانے کی تعمیم اور توسیع کے لئے ذات شہامت پناہی شاہانہ کو بڑا شوق ہے۔ طہران کے بعض تنگ بازاروں کو گاڑیوں کے گذر کے قابل بنانے اور صاف ستھرا کرنے کی بھی آپ کو فکر درپیش ہے۔

تخت پر بیٹھتے ہی جو پہلا کلمہ شاہ نے مجتہد طہران کو مخاطب کرکے کہا تھا یہ تھا "میرا اہم فرض اور اشد کوشش یہ ہوگی کہ خداوند تعالیٰ کی مدد اور اعانت سے اپنی رعایا پر عدل اور انصاف پروری سے حکومت کروں۔ اور اُسے سرسبز اور خوشحال بنادوں"۔

اس وعدہ کو شاہ ایک دم کے لئے نہیں بھولے۔ شاہ نے جیب خاص کے رقم میں جو مصارف شاہی کے لئے مقرر تھی ڈیڑھ لاکھ قرآن تخمیناً پچاسی ہزار روپیہ ماہوار کی تخفیف پہلے روز سے کر دی۔

پہلے ایران کے رعایا میں جو شیعہ ہے تبرّا کا عام رواج تھا۔ اور شیعوں کے سوائے باقی مذہب والے مُسلمانوں کو بھی حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ مگر شاہ نے نہایت دُور اندیشی اور بیدار مغزی بلکہ سچی اسلامی شعائر کی تقلید سے فرمان صادر کر کے تبرّا کو اسلام کے شان کے خلاف ثابت کیا۔ اور اُن کے خلوص نیّت سے رعایا پر اسکا بڑا اثر ہوا۔ چنانچہ اب یہ دل آزار طریق تمام ملک سے محو ہو رہا ہے۔ مختلف زیارت گاہوں کے راستوں اور سڑکوں کی درستی کرا کر زائرین کی آسائش کا انتظام کرا دیا۔ اکثر قصبوں اور شہروں کو میونسپل حقوق عنایت فرمائیے۔ اور فوج کو یورپین طریق پر آراستہ کرنے کی کارروائی شروع کی۔ مالی انتظام میں بتدریج معقول اصلاحیں ہو رہی ہیں جن سے توقع ہے کہ آج سے پانچ سال بعد سرکاری آمدنی میں جواب چار کروڑ قران (سوا دو کروڑ روپیہ ہی) دو کروڑ قرآن اور بڑھ جائینگے۔ اس اضافہ کی نسبت فرمان شاہی صادر ہو چکا ہی کہ پختہ سڑکیں مدارس اور کارخانے بنانے۔ آزمائشی فارم قائم کرنے اور دیگر وسائل سے ملک کی آمدنی بڑھانے اور ملک کو سر سبز بنانے کے طریقوں پر صرف کیا جائیگا۔

مندرجہ بالا امور اس بات کے ثبوت کے لئے کافی دلیل ہیں کہ شاہ مظفر الدین کس توجہ سے اپنی سلطنت کی ترقی اور خوشحالی کے لئے کوشاں ہیں اور اس باب میں کس قدر اصلاحیں کر رہے ہیں۔ مجھے ایک شخص نے کہا تھا کہ شاہ مظفر الدین کے زمانہ میں ایران کا سُدھرنا مشکل ہی۔ مگر میرا اس سے اتفاق نہیں۔

شاہ کجکلاہ کا روزمرّہ طرزِ معاشرت

شاہ مظفر الدین خلد اللہ ملکہ علے الصّباح بیدار ہو کر اپنے خالق کی عبادت میں مصرُوف ہوتے ہیں۔ ایک عیسائی اخبار کا نامہ نگار بیان کرتا ہے کہ اُنھوں نے کبھی کوئی نماز سن رشد کے بعد ضائع نہیں ہونے دی۔ پانچوں وقت کی نماز بکمال باقاعدگی سے پڑھتے ہیں۔ مُدّت العمر میں شراب یا اور کسی مُنشّی چیز کو چھُوا تک نہیں۔ گو ایرانی عموماً مُسکرات اور شراب سے اس درجہ پرہیز نہیں کرتے۔ نہ شاہ ناصر الدین خود شراب کے تارک تھے۔ مگر جس دن سے شاہ حال نے ہوش سنبھالا ہی۔ اہل ملک کے سامنے اس بارہ میں نہایت عمدہ مثال قایم کی ہی۔ جس نے ایرانی شعرا کا کلام دیکھا ہی اُسے تو اس سرزمین میں مے گلگوں اور بادہ لعل فام کے سوا کسی کے عیش کی تکمیل خیال میں بھی نہیں آسکتی۔ اگر یورپین اخبارات ایرانی شعرا کی کلام سے اہل ایران کی میخواری کا اندازہ کرتے ہیں تو انہیں اپنی رائے کی بہت جلد اصلاح کرنی چاہیے

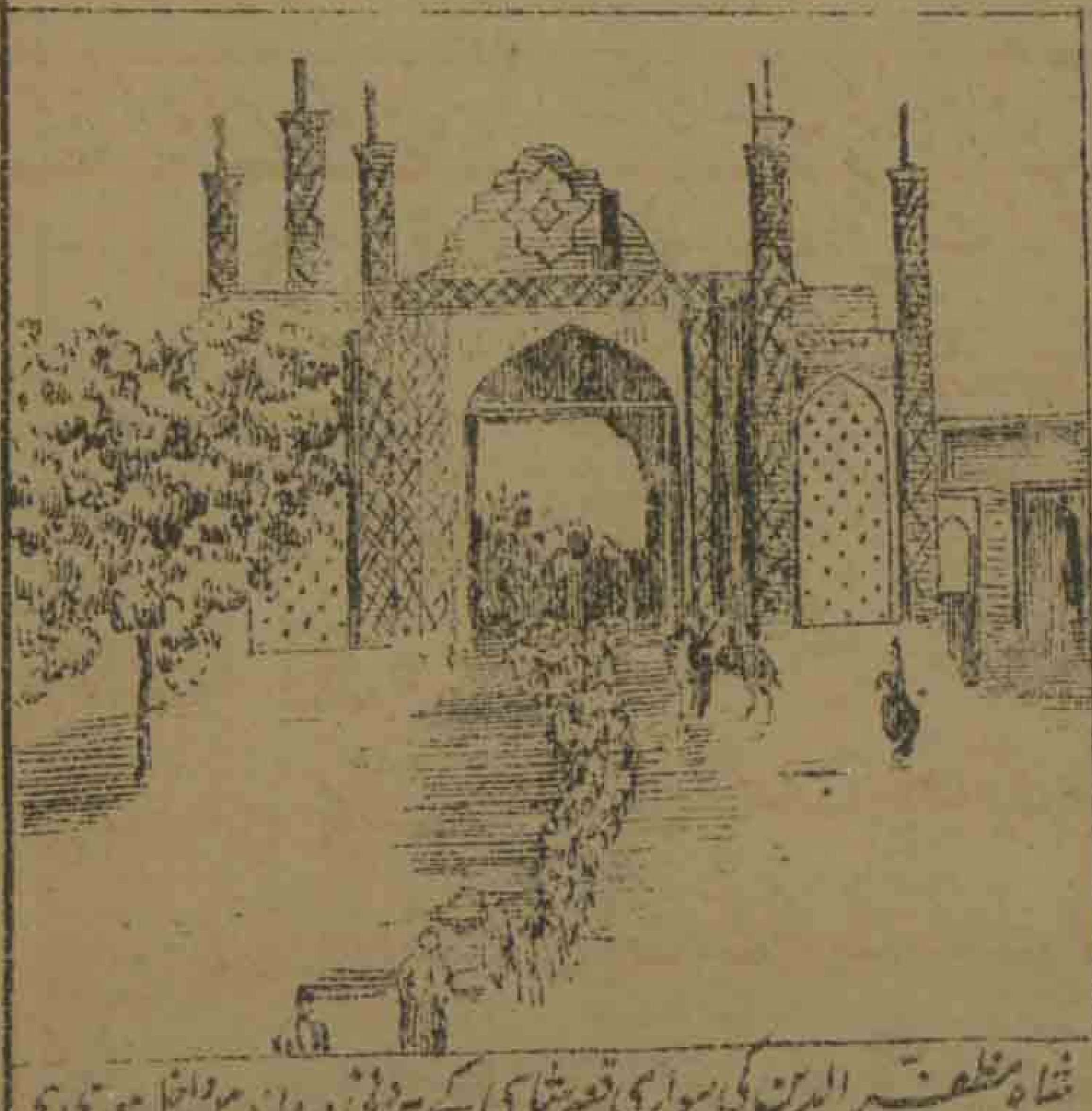

شاہ مظفر الدین کی سواری قصر شاہی کے بیرونی دروازہ میں داخل ہوتی ہی

نماز سے فارغ ہو کر شاہ کجکلاہ شیریں چاے اور ایک ایرانی کُلچہ کھاتے ہیں۔ پھر آٹھ بجے کے قریب وزرا کو طلب کرتے ہیں۔ اُنکی عادت ہی کہ کمرے میں ادھر اُدھر سایہ پہن کر بہت بے تکلفی سے پھرا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ شاہ کو نہانے

کا بہت شوق نہیں۔ اس کی تائید میں ایک انگریزی اخبار کا نامہ نگار یہ واقعہ پیش کرتا ہی جو ہرگز قابل اعتبار نہیں معلوم ہوتا۔ یعنے کہ اُن کے پہلی بیگم سے جدا ہونیکا یہ خاص سبب تھا کہ وُہ نہاتے کم ہیں۔ اور وُہ ہمیشہ اس امر کی شاکی رہا کرتی تھی۔ بلکہ اُنکو نہ نہانے پر ندامت دلاتی تھی۔ شاہ درجنوں احکام اور خطوط کا مضمون وزرا کو لکھواتے ہیں۔ اور جو مراسلات باہر جاتے ہیں یا باہر سے آتے ہیں۔ اُنکے مضمون کو بغور سُنتے ہیں۔ اور افسروں سے اُن کے متعلق مشورہ بھی کرتے ہیں۔ ہر ایک معاملہ کو بہت اچھی طرح سمجھتے اور تفصیلات امور پر غور کرتے ہیں۔ اِسی طرح لگاتار چھ گھنٹے ہر روز دربار کرتے ہیں۔ پھر کھانا کھاتے ہیں۔ شاہ کا کھانا نہائت خبرداری سے بنگرانی ایک شہزادہ یعنے رُکنِ خاندان شاہی کے تیار ہوتا ہے۔ جو اس کے عُمدہ ہونے اور زہر ملی آمیزش سے پاک ہونے کا ذمہ وار ہوتا ہے۔ ہر ایک طشت پر جس میں شاہی خاصہ چُنا جاتا ہے شاہی مطبخ سے مُہر لگ کر آتی ہے جو شاہ کے رُوبرو کھولی جاتی ہو۔ یہی حال سلاطین یورپ کے کھانوں کا بھی ہوتا ہے۔ بخیال ادب شاہ تنہا کھانا کھاتے ہیں۔ کوئی اُن کے ساتھ مل کر نہیں کھا سکتا۔ شاہ پہلے اُکڑوں بیٹھ کر ایک بڑے طشت سے کہ جس میں زمین پر کھانا چنا ہوا ہوتا تھا کھاتے۔ لیکن تخت نشینی کے بعد اُنہوں نے ایک گدیلے پر بیٹھ کر اور ایک فٹ اُونچے میز پر کھانا رکھ کر کھانا شروع کیا ہے۔ پہلے میز پر چھینٹ کا دسترخوان بچھتا تھا لیکن کچھ مُدت سے سفید دسترخوان بعض مشیروں کے مشورہ سے بچھانا شروع کیا ہو۔ قریب پچاس ساٹھ سونے کی طشتریوں کے شاہ کے خاصہ میں چُنی ہوئی ہوتی ہیں۔ لیکن شاہ صرف دو یا تین کو ہی ہاتھ لگاتے ہیں۔ سب سے پہلے آپ بھنے ہُوئے چاول چوزہ کے شوربہ سے کھاتے ہیں۔ یا بکرے کا گوشت چپاتی کے ساتھ اخیر میں چکوترا یا ترنج کھاتے یا شکنجبین پیتے ہیں جو اہل فارس میں عموماً دستور ہی کہ ترشی کو کھانے کے ساتھ بہت پسند کرتے ہیں۔ شاہ چھُری کانٹے سے بالکل نہیں

کھاتے جیسا کہ یورُوپ میں رواج ہی۔ بلکہ اپنی انگلیوں سے گوشت پلاؤ اور پھل وغیرہ کھاتے ہیں۔ انکا سب سے مرغوب کھانا ہڈی کا مغز ہے۔ بوقت تناول شاہ عموماً انگریزی اور خصوصاً فرانسیسی اخبارات کا خلاصہ سُنا کرتے ہیں۔ انگریزی پالیسی سے بہت دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور بعض اوقات اس طرح کہا کرتے ہیں۔ اگر یہ معاملہ ہوتا تو ملکہ انگلستان اس میں کیا کرتی (یہ تحریر ملکہ معظمہ مرحومہ کے انتقال سے پہلے کی ہے) بعد تناول طعام شاہ قریب قریب ایک گھنٹہ سوتے ہیں۔ اور پھر بیدار ہو کر چائے کے چند فنجان پیتے ہیں۔ اور وزیروں کے ساتھ شطرنج اور تختہ نرد کھیلتے ہیں جو شاہ کو جتانے کا ہمیشہ خیال رکھتے ہیں۔ اور خود عمداً ہار جاتے ہیں۔ کبھی کبھی اُس کے بعد فوٹوگراف لیکر یا ایک چھوٹے سے آلہ مخبر کہربائی (ٹیلیگراف انسٹرومینٹ) سے دل بہلاتے ہیں۔ ایک انگریز مسٹر فیریزر نے بتلایا ہے کہ میں نے بچشم خود کئی فوٹو شاہ موصوف کے اپنے ہاتھ سے لئے ہُوئے دیکھے ہیں جو حقیقت میں قابلِ تعریف ہیں۔ یہ عجیب اتفاق کی بات ہے کہ مولائے عبدالعزیز سلطانِ مراکو کو بھی اپنے ہاتھ سے فوٹو لینے کا بڑا شوق ہے۔ اور ہزار ہا روپیہ کی لاگت سے چاندی سونے کا ایک فوٹوگرافی کا کمیرہ اُنہوں نے انگلستان سے بنوا کر منگوایا ہی۔ شاہِ ایران کو بڑا شوق اِس بات کا ہے کہ وُہ اپنی ہر نئی پوشاک اور وضع کے بار بار فوٹو لیتے رہیں۔

شاہ شہامت پناہ مظفر الدین قاچار ایک مرصع اور مکلل لباس میں

انہوں نے بستر پر پڑے ہوئے اپنا فوٹو لیا ہے۔ پرشیا کے فوجی افسر کی وردی اور انگریزی پادری کے لباس میں بھی شاہ کے فوٹوگراف لوگوں نے دیکھے ہیں۔ شاہ مظفر الدین عورتوں سے اِسقدر گرویدہ نہیں جس قدر کہ اُنکے والد مرحوم شاہ ناصر الدین آنجہانی تھے۔ کہ جو بوقت وفات ایک ہزار سات سو بیس عورتیں محل شاہی میں چھوڑ مرے تھے۔ اِنکے محلسرائے میں صرف چونسٹھ بیبیاں ہیں۔ کہ جن سے شاہ کے چار لڑکے اور تیئیس لڑکیاں ہیں۔ اطبائے شاہی میں بڑا طبیب انگریز ڈاکٹر سر ہنری ایڈکوک ہے۔ جسے سفر یورپ میں بھی یہ ہمراہ لے گئے تھے۔ اور اس کے علاج پر انہیں بڑا اعتماد ہے۔

شاہ کو اپنے والد کی طرح گھوڑ دوڑ کا بڑا شوق ہے۔ بہت ہی عمدہ اور قابلِ تعریف شہسوار اور نشانہ باز ہیں۔ انہیں شکار کا بھی بڑا شوق تھا۔ لیکن علمی شوق نے شکار کے شوق کو کم کر دیا۔ انہیں مُرغابی کا شکار زیادہ مرغوب ہے۔ جنہیں جھیلوں اور جوہڑوں سے اُڑا کر بندوق کا نشانہ کرتے ہیں۔ میدانوں میں گھوڑے پر سوار ہو کر بندوق سے شکار کرتے ہیں۔ شاہ معظم کا لباس عموماً نہایت سادہ ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی اپنے لباس پر بہت سے بیش قیمت جواہرات بھی ٹانک لیتے ہیں۔ شاہ اکثر ایرانی کرتا انگریزی پاجامہ اور ایرانی ٹوپی پہنتے ہیں۔ پہلے ٹوپی پر شیر اور آفتاب کا نشان طلائی پہنتے تھے۔ اب ہیرے کا نشان پہنتے ہیں۔

قصر شاہی واقع طہران

شاہ موسم سرما طہران کے شاہی محل میں بسر کرتے ہیں۔ مگر ہر وقت اُسی میں نہیں

گھسے رہتے۔ بلکہ اکثر سیر و شکار یا فوج کے قواعد پریڈ دیکھنے کے لئے اس موسم کا بہت سا حصہ محل سے باہر گذارتے ہیں۔ دن کو محل کے بیرونی حصہ یعنے مردانخانہ میں رہ کر کاروبارِ سلطنت انجام دیتے ہیں اور مشتاقانِ دیدار کو شرفِ قدمبوسی بخشتے ہیں۔ اور شام کو اندرونی حصہ یعنے حرم سرا میں تشریف لیجاتے ہیں۔ رات کا کھانا وہیں تناول فرماتے ہیں۔ اور صبح آٹھ یا کبھی نو بجے تک محل کے اندر ہی رہتے ہیں۔ صبح کی نماز کے بعد کل بیگماتِ شاہی یکجا جمع ہو کر حاضرِ خدمت ہوتی ہیں۔ بادشاہ سب سے شریف اور ممتاز بیگم کو عموماً بیٹھ جانیکی اجازت دیتے ہیں اور اس کے بیٹھ جانے پر باقی سب متفق اللفظ بادشاہ کی درازیٔ عمر و اقبال کے لئے دُعا کرتی ہیں۔ شاہی محل کے دستورات میں سے یہ بھی ہے کہ ہر خاتون اپنے لباس میں اپنے قومی لباس کا کوئی نہ کوئی نمایاں نشان ضرور قائم رکھتی ہے۔ کیونکہ یہ مختلف اقوام سے ہوتی ہیں۔

قاچار ایک قبیلہ تاری نسل کا ہے جو ماژندران کی طرف سے نکلے ہیں۔ قاچار اور عثمانلی ترک ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔ تاتاریوں کا بدویانہ مذاق مشہورِ عام ہے۔ خانہ بدوشی کی عادت اس قوم میں ایسی راسخ ہو چکی ہے کہ صدیوں کی شہریت بھی اِسے معدوم نہ کر سکی۔ چنانچہ موسم بہار کے آتے ہی شہنشاہِ قاچار کو صحرانوردی کا شوق دامنگیر ہوتا ہے۔ اور شاہ پایۂ تخت سے نکلکر ملک کا دَورہ شروع کر دیتے ہیں۔ اور ہر جگہ تھوڑی دیر قیام کر کے ایک قلعہ سے دُوسرے قلعہ تک اور ایک باغ سے دُوسرے باغ تک پہنچتے جاتے ہیں۔ جب موسم گرما شباب کو پہنچ جاتا ہے تو میدانوں کو چھوڑ کر کوہ البرز کو تشریف لے جاتے ہیں۔ جو بحیرہ خضر کے جنوب میں سر بفلک کھڑا ہے۔ جہاں وادی لار یا سر تنگ میں اقامت فرماتے ہیں۔ آخرالذکر مقام کو جو زیادہ پسندِ خاطر ہے ایک طرح سے حرم سلطانی کہنا چاہیئے۔ وہاں کوئی متنفس بلا اجازت قدم نہیں رکھ سکتا۔ آمد کے تمام رستوں پر زبردست پہرے

ہوتے ہیں۔ وزرا تک بلا اجازت آگے نہیں جا سکتے۔ اس سفر کے زمانہ میں کہ جس کا اُوپر مذکور ہو چکا ہے۔ شاہی حرم کی پالکیاں ہمراہ رہتی ہیں۔ چونکہ شاہ اکثر طہران کے ارد گرد چکر لگاتے رہتے ہیں اس لئے اب اُن کی آمد ورفت کی طرف لوگ زیادہ متوجہ نہیں ہوتے لیکن جب کبھی شاہ کے جلو میں شاطران شاہی ہوتے ہیں تو البتہ لوگ زیادہ متوجہ ہوتے ہیں۔ شاطروں کا لباس عجیب قسم کا رنگین اور زرق برق کا اور انکے ہاتھ میں چاندی کا عَصَا ہوتا ہے جو قدیم زمانہ کا نشان باقی چلا آتا ہے

چاؤشانِ شاہی جو شاہ کجکلاہ کی سواری کے آگے دوڑتے ہیں

شاہانِ صفویہ کی خدمت میں اس لباس کے لوگ ہوتے تھے۔ انکی ٹوپیاں بلند اور اُوپر سے تاجِ خروس کی طرح بڑھی ہُوئی مگر رنگدار ہوتی ہیں۔ جن پر رنگولے بھی لٹکتے ہیں۔ قدیم زمانہ میں اس عہدۂ شاطری کے لئے بڑا سخت امتحان مقرر تھا اُمیدوار کو پیدل دوڑ کر ایک مینار سے بارہ تیر ایک ایک کر کے لانے پڑتے تھے جو اصفہان

کے دروازہ سے ڈیڑھ فرسنگ کے فاصلہ پر ہوتا تھا۔ اس طرح طلوع آفتاب سے غروب تک اُسے (۱۰۸) میل کا فاصلہ طے کرنا پڑتا تھا۔ ایرانیوں کو عموماً اپنے بادشاہ کے نقل وحرکت کا انہیں شاطروں سے پتہ لگتا ہے۔ یہ بڑی تیزی کے ساتھ شاہ کی گاڑی کے سامنے دوڑتے ہیں۔ بادشاہ کی سواری سے آگے آگے عموماً مشکی چھڑکاؤ بھی کرتے جاتے ہیں۔

ایران میں زیادہ تر بادشاہ سلامت چھ پہیہ گاڑی پر سوار ہوتے ہیں جسے وہاں کالسکہ کہتے ہیں۔ شاہی کالسکہ کے آگے آٹھ گھوڑے جتے ہُوئے ہوتے ہیں۔

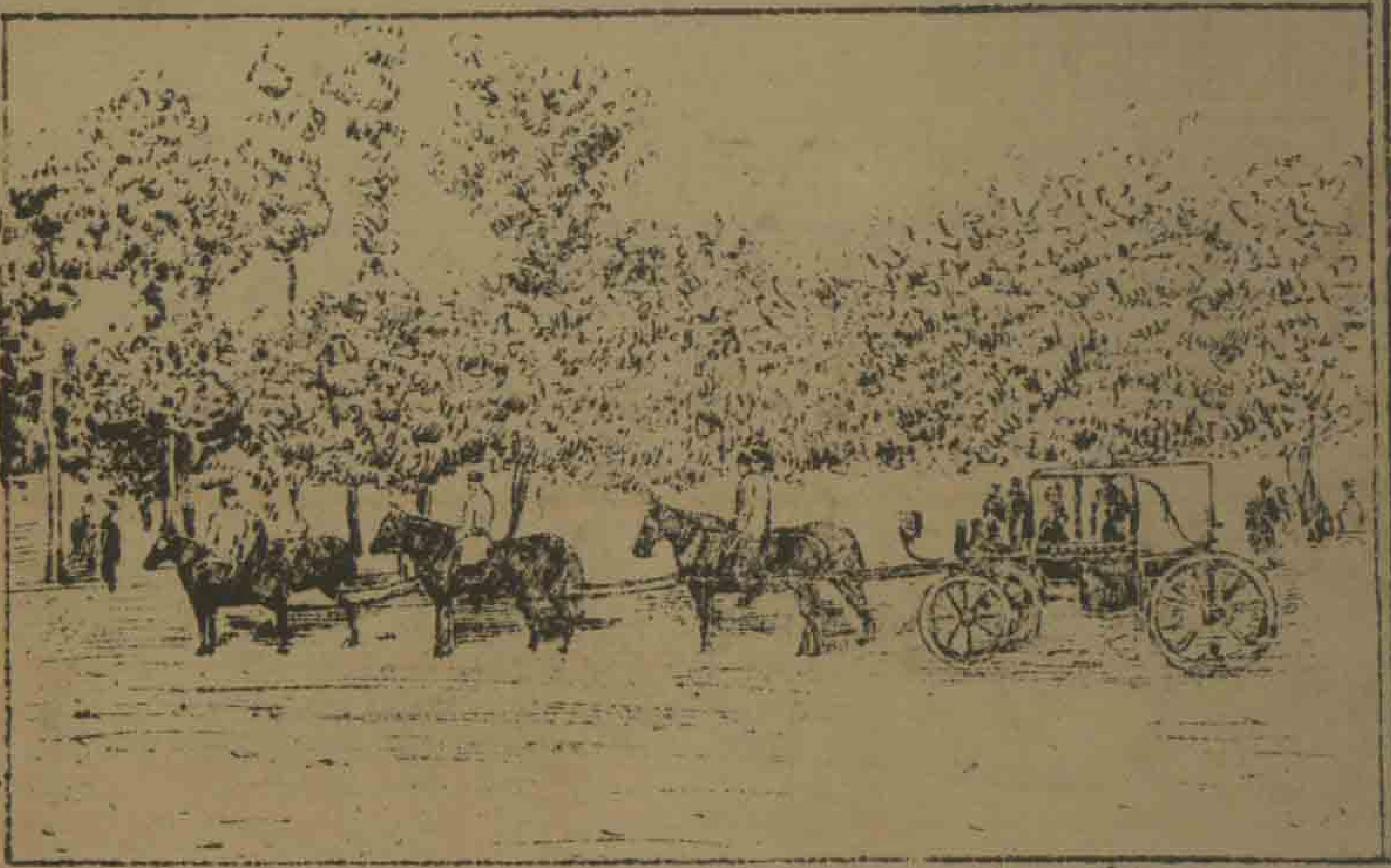

چھ گھوڑوں کی گاڑی پر شاہ مظفر الدین مفصلات ایران میں مصروفِ سیر تماشا ہیں

ان میں سے چار پر سُرخ لباس والے آدمی سوار ہوتے ہیں۔

شاہانِ ایران کا قدیم دستور ہے کہ کبھی کبھی کسی اعلیٰ رکن سلطنت کی عزّت افزائی کے لئے بادشاہ کی طرف سے انہیں خوشخبری بھیجی جاتی ہے۔ کہ بادشاہ فلاں تاریخ کو تمہارے مکان پر ساتھ ملکر کھانا کھائینگے۔ گو بادشاہ ایران کے ساتھ ملکر سوائے کسی دوسرے ملک کے بادشاہ کے اور کوئی کھانا نہیں کھا سکتا۔ مگر کہنے کا دستور یہی ہے۔ غرض جب بادشاہ کسی اپنے افسر کی اس طرح عزت

افزائی کرنا چاہتا ہو تو شاہی طباخ اور خدمتگار اس کے گھر پہنچکر اس پر عارضی طور پر قابض ہوجاتے ہیں۔ اور میزبان کے خرچ سے اپنے شاہی آقا کے لئے لذیذ اور متکلف کھانے تیار کرتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ میزبان کو اپنے مکان اور اس کے گرد وپیش کو سجانے پر بہت خرچ کرنا پڑتا ہے۔ لیکن جو عزت اس امیر کی لوگوں کی نظروں میں بڑھ جاتی ہے۔ وہ اُس کے خرچ کی تلافی کرنے کے علاوہ از دست اُسے اور مالی منفعت بہم پہنچا دیتی ہو۔

جب شاہ کسی امیر کے گھر میں داخل ہوتے ہیں تو نذر میں بہت سی اشرفیاں ایک چاندی کے طشت میں رکھ کر اُنکے پیش کیجاتی ہیں۔ اشرفیوں کی مقدار میزبان کے رُتبہ کے مطابق ہوتی ہے۔ لیکن عموماً چار اور چھ ہزار ہندوستانی روپیہ کے مابین ہوتی ہیں۔ اس پر شاہ دیگر امرا کو جو اسکی معیت میں ہوتے ہیں۔ مخاطب کرکے کہتا ہے۔ "دیکھو ہمارا وفادار خادم اپنے بادشاہ سے کسقدر محبت رکھتا ہو"۔ جب شاہ دستر خوان پر تشریف لیجاتے ہیں تو شاہی حضوری میں شاہی آش چش پہلے ہر رکابی کو چکھتا ہے۔ اور اگر وہ اُسے پسند کرے تو میزبان اپنے ہاتھ سے اپنے بادشاہ کے سامنے رکھتا جاتا ہے۔ کھانے کے بعد شاہ ایران کو حق حاصل ہو کہ وہ میزبان کے حرم سرا میں داخل ہوجائے اور اس کی عورتوں سے بے تکلف گفتگو کرسکے۔ جن عورتوں کو اس طرح شاہی ملاقات کی عزت بخشی جاوے وہ اس پر بہت فخر کرتی ہیں۔ لیکن شائد میزبان اس پر زیادہ خوش نہیں ہوتا ہوگا۔ کیونکہ شاہ کو یہ بھی اختیار حاصل ہوتا ہو کہ وہ جس عورت کو اُن میں سے چاہے اپنے محلسرا میں طلب کرلے۔ چنانچہ ایران کے پہلے بادشاہ اس شاہی حق سے فائدہ اُٹھاتے رہے۔ لیکن شاہ ناصر الدین شہید نے اس رسم کو قطعاً موقوف کردیا۔ اور صرف نقد تحائف کو ہی کافی سمجھا۔ شاہ مظفر الدین بھی اس بارہ میں اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔

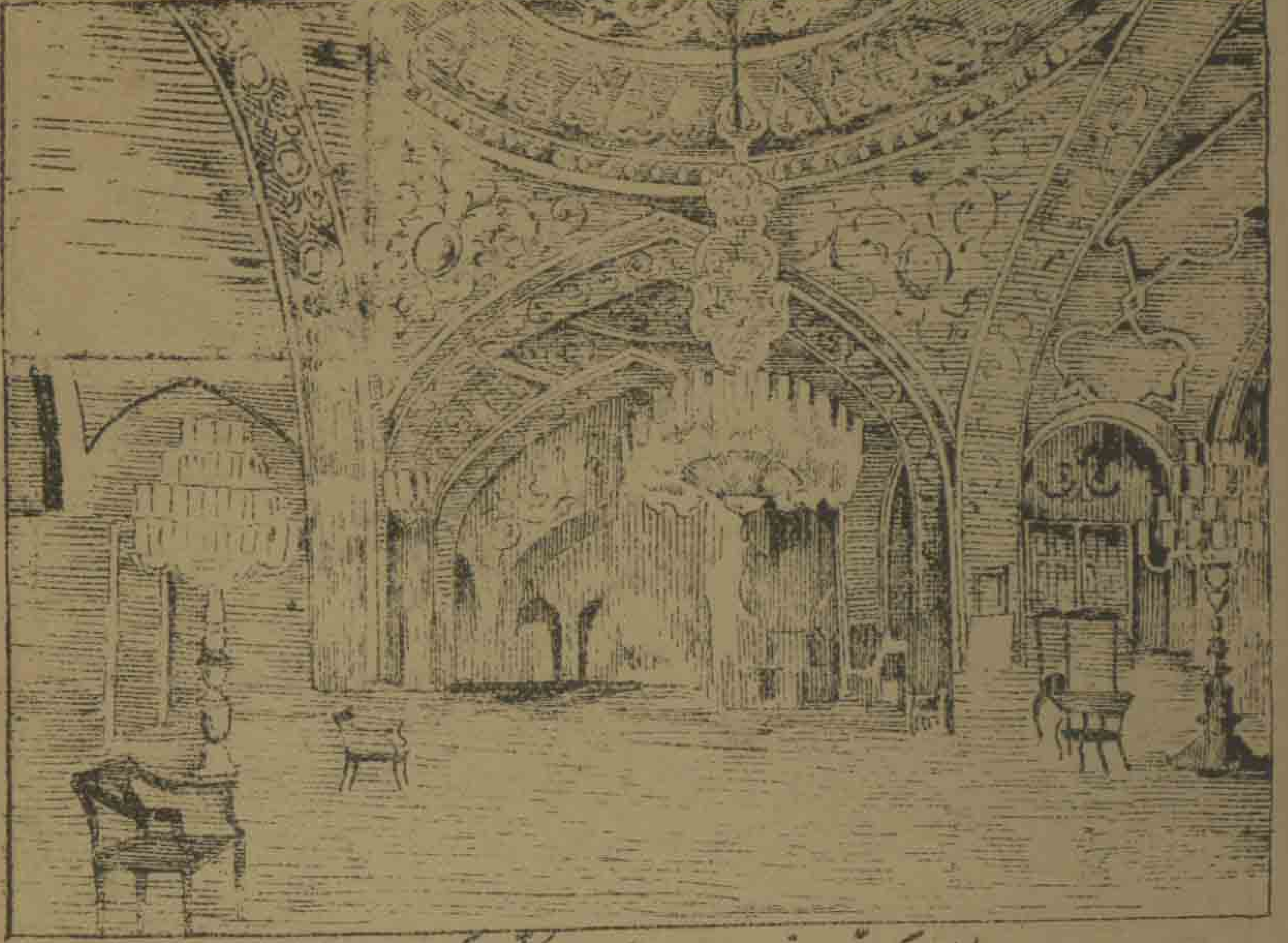

طہران کے محلات شاہی میں سے ایک میں متکلف کمرہ

شاہ مظفر الدین مزاج کے بڑے حلیم اور بُردبار ہیں۔ آپ کے تحمّل اور منکسر مزاجی کے متعلق مجھے ایک ہندوستانی سیّاح ایران نے اپنا چشم دید واقعہ سُنایا۔ شاہ کجکلاہ ایک روز گاڑی پر سوار ہوکر معہ صدر اعظم کے باہر جانے کو تیار تھے کہ ایک درویش نے جرأت کرکے سامنے آکر سوال کیا کہ میں خراسان کا رہنے والا سیّد ہوں۔ اور مجھے پانسو اشرفی کی ضرورت ہے۔ دلوائیے۔ شاہ نے صدر اعظم کو حکم دیا کہ درویش کو اشرفیاں دلائی جائیں۔ صدر اعظم میرزا علی اصغر خاں نے ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ حضور اگر خزانہ شاہی اس نسبت سے تقسیم کرنے لگیگے تو طہران میں ہی اس قدر سیّد ہیں کہ اُنکے مطالبات پُورے نہیں ہوسکینگے۔ درویش نے وزیر کو مخل ہوتے دیکھ کر اُسے گالیاں دینی شروع کیں۔ وزیر نے کہا میں تمہیں پانچ اشرفیاں دونگا۔ اس پر درویش نے شاہ سے وزیر کی شکایت کی۔ شاہ مظفر الدین نے درویش کو بایں الفاظ

جواب دیا"۔ آغا تم نے صدر اعظم سے سخت کلامی کی ہے۔ اب تمہیں کسی طرح پانسو اشرفیاں نہیں مل سکتیں"۔ اور گاڑی ہنکانے کا حکم دیا۔ اس سے شاہ کی طبیعت کا میلان معلوم ہو سکتا ہے۔ اُن کے بشرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے مزاج میں تندی بالکل نہیں۔ اور سادگی انتہا درجہ کی ہے۔ اور افلاطون ارسطو اور ہربرٹ سپنسر کا فلسفہ پڑھنے والے بادشاہ سے ایسی ہی طبیعت کی توقع کی جاسکتی ہے۔ بعض ایرانی شاہ کی اس نرمی کو ناپسند کرتے ہیں۔ اُنکے رائے میں زبردست بادشاہ کے لئے تُند خو ہونا ضروری ہے۔

لنڈن کے رسالہ ٹریول کے ایک نامہ نگار مسٹر جے۔ ایچ فریزر نے دُنیا کے گرد بائیسکل پر سفر کرتے ہوئے ایران کو بھی دیکھا تھا۔ اور رسالہ انگلش السٹریٹیڈ میگزین اپریل سنہ ۹۷ء میں شاہ کجکلاہ کے متعلق ایک مضمون لکھا تھا وُہ لکھتا ہے کہ شاہ مظفر الدین نہایت بے آزار بشر ہیں۔ جو اپنے وقت کا زیادہ حصہ پہاڑیوں پر شکار کھیلنے یا اپنے باغ میں اِدھر اُدھر گھوم کر فوٹوگراف لینے میں صرف کرتے ہیں۔ اس وقت ایک پتلون نما پاجامہ اور نیم آستین میں ملبوس ہوتے ہیں۔ ظاہراً اجنبیوں سے ملنے میں نہایت ڈرپوک ہیں مگر بائیسکل سوار نامہ نگاروں سے اپنے قصر شاہی کے عجائبات نہیں چھپاتے۔

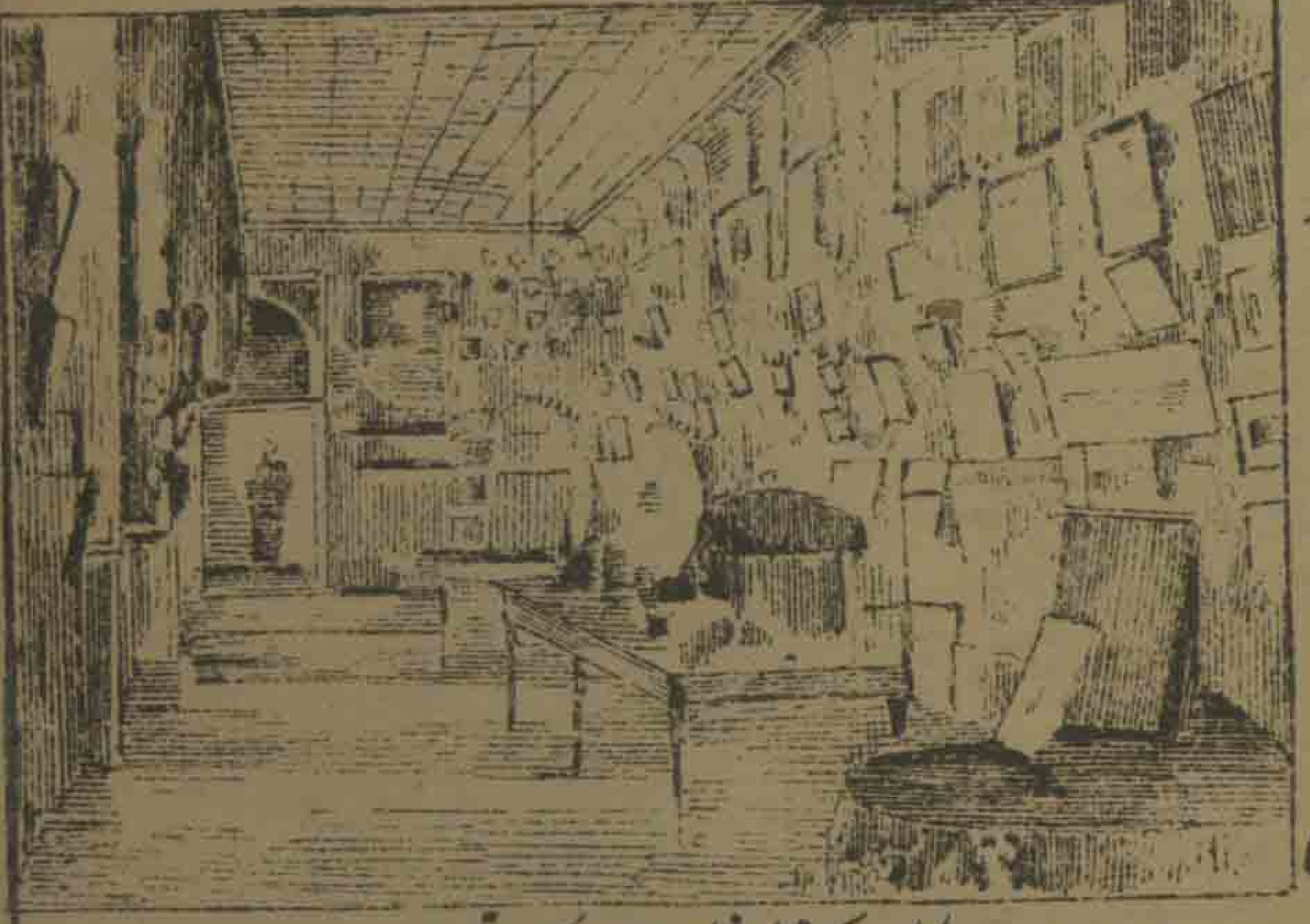

طہران کے محل شاہی میں ایک تصویر خانہ

کچھ عرصہ کی بات ہے اخبارات میں یہ خبر مشہور ہوئی تھی کہ شاہ نے دو مسافروں کو رستہ چلتے دیکھا۔ اور انہیں بغیر تحقیقات اور خصوصیت کے دربار میں بلا کر معزز اسامیوں پر مقرر کر دیا۔ اس پر یورپ کے اخبارات میں تعجب ظاہر کیا گیا تھا۔ لیکن مشرقی سلاطین کے خیال میں یہ معمولی بات ہے۔

جب تبریز سے آکر طہران میں اقامت اختیار کی تو شاہ مظفر الدین نے اُن لائق آدمیوں کو علمی خدمات عطا کیں کہ جنکی نسبت انہیں ذاتی تجربہ لائق اور تعلیم سے ہمدرد ہونے کا حاصل تھا۔ میرزا نظامی کو جو شاہ کا اُستاد بھی ہے وزیر تعلیم کر دیا۔

شاہ کجکلاہ کے محلات جو طہران اور مفصلات میں متعدد ہیں ہر چند کہ بلحاظ صنعت تعمیر تو کوئی قابلِ دید چیز نہیں لیکن ان میں جو بیش بہا شاہی جواہرات اور قدیم زمانہ

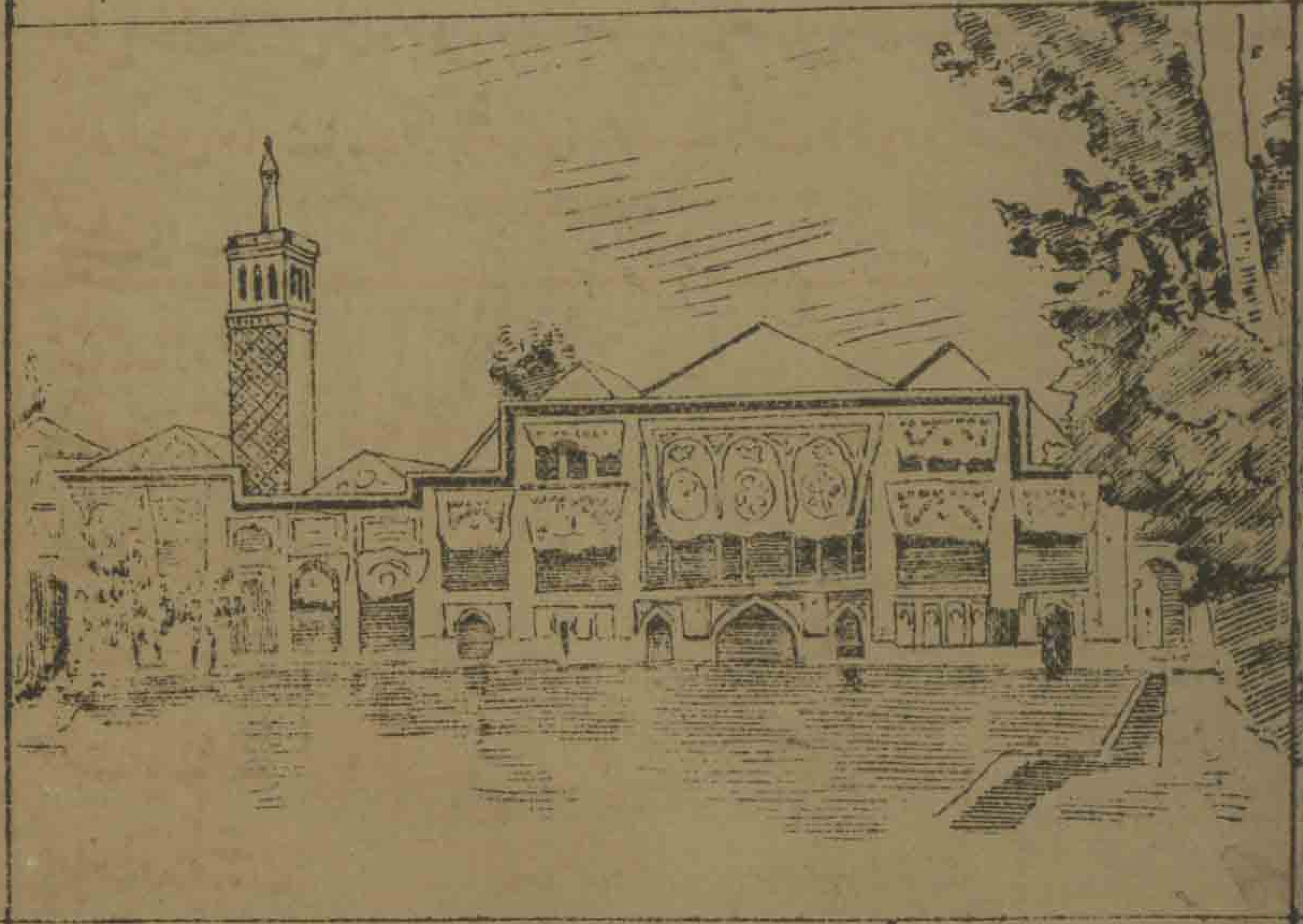

طہران کے قصر شاہی کے سامنے کا منظر

کی صنعت کے عزیز الوجود نمونے ہیں وُہ نہایت نادر اور بیش قیمت ہیں۔ تاہم پایہ تخت کے بڑے محلسرائے شاہانہ کی عمارت بھی بجائے خود بہت خوبصورت ہے۔ اس کے تخت گاہ

کے کمرہ میں مشہور سنگ مرمر کا تخت رکھا ہوا ہے۔ یہاں خاص خاص تیوہاروں اور
دربادوں کے موقع پر شاہ اپنی رعایا کے سامنے اُسی طرح جلوہ گر ہوتے ہیں۔ جیسے کہ
گشتاسب اور اسفندیار دو ہزار سال پہلے پرسی پولس میں اپنی رعایا کو جلوہ دکھلاتے
تھے۔ اس محل کے عجائبات میں تاریخی اعتبار سے نہائیت قیمتی چیز تختِ طاؤس ہی۔
کہ جسے نادر شاہ دُرّانی ہندوستان کے خاندان مُغلیہ سے ۱۷۳۹ء؁ کی دہلی کی لوُٹ
میں چھین کر لے گیا تھا۔ یہ تخت محل کے کونسل کے کمرہ میں پڑا ہوا ہے۔ بعض لوگوں کا
خیال ہی کہ یہ اصلی تختِ طاؤس نہیں ہوگا۔ کیونکہ کہا جاتا ہے کہ نادر کی وفات کے
بعد وُہ توڑ ڈالا گیا تھا۔ لیکن اگر یہ اس کی نقل بھی ہو یا اس کو مصالح سے پھر بنایا گیا ہو
تو دونوں صُورتوں میں
یہ بھی بڑی عجیب چیز ہی۔
اور مبصرانِ یوروپ اسکی
قیمت بیس اور تیس لاکھ
پونڈ کے مابین لگاتے
ہیں جو ہمارے ہندوستانی
سکّہ کے حساب سے
تین اور ساڑھے چار کروڑ
روپیہ کے مابین ہوتی ہی
یہ تخت سونے سے منڈھا
ہوا ہی جسپر نہایت نفیس
کام مینا کاری کا کیا گیا ہی

شاہ عباس تختِ طاؤس پر متمکن ہے

اور بیش قیمت جواہرات ہیرے اور زمرّد اس میں جڑے گئے ہیں۔ تخت طاؤس سات پاؤں

پر استادہ ہی۔ اور دو سیڑھیوں کے راستہ سے اس پر چڑھ سکتے ہیں۔ پشت کی طرف وسط
میں ایک گول ستارہ ہی۔ جو جواہرات سے مرصع ہے۔ اور اسکے دونوں طرف دو جواہرات
میں مغرق طاؤس ہیں کہ جنکی وجہ سے اس کا یہ نام ہے۔

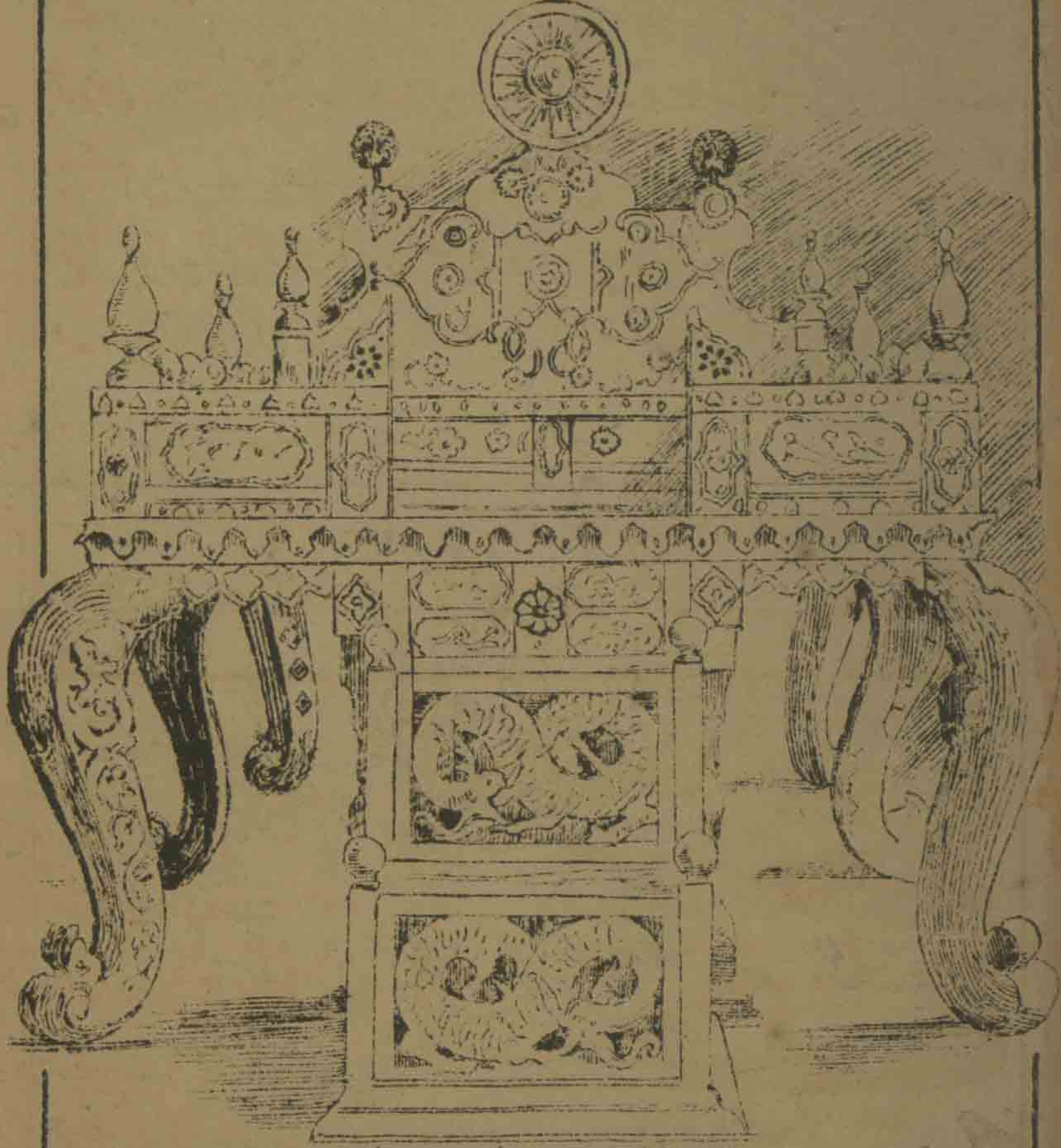

تخت طاؤس جس پر شاہ مظفر الدین دربار کرتے ہیں

تخت طاؤس کے علاوہ ایک اَور بڑی عجیب اور بیش قیمت چیز ایک چالیس سیر سونے
کا کرہ ارض ہی کہ جس میں جواہرات کے ذریعہ مختلف ممالک کو رنگا گیا ہے۔ سمندر زمرّد سے

بنایا گیا ہے۔ ایران فیروزہ سے جو اسکا قومی پتھر ہے۔ افریقہ لعلوں اور ہندوستان ہیروں سے اور انگلستان و فرانس پکھراج اور نیلم سے۔ غرض کل ۱۵ ہزار جواہرات اس کرہ ارض میں جڑے ہوئے ہیں۔

محل کے ایک دوسرے مقام میں ایک مربع گلاس کیس میں ایک بہت بڑی ڈھیری ہیروں کی پڑی ہو۔ یہیں وہ مشہور عالم ہیرا دریائے نور بھی ہو کہ جس کے رفیق کوہ نور کی تاریخ سے ایک عالم واقف ہو۔ فتح علی شاہ قاچار نے اس پر اپنا نام کندہ کرایا تھا۔ اس لئے یوروپ کے جوہری سمجھتے ہیں کہ اس کی قیمت بہت کم ہو گئی ہو۔

شاہ کے بیش قیمت عجائبات میں ایک قلیان بھی ہے جس پر بہت سے جواہرات جڑے ہوئے ہیں۔ اور حقوں کے دنیا میں کوئی دوسرا حقہ بلحاظ زینت اور قیمت کے اسکا ثانی نہ ہوگا۔

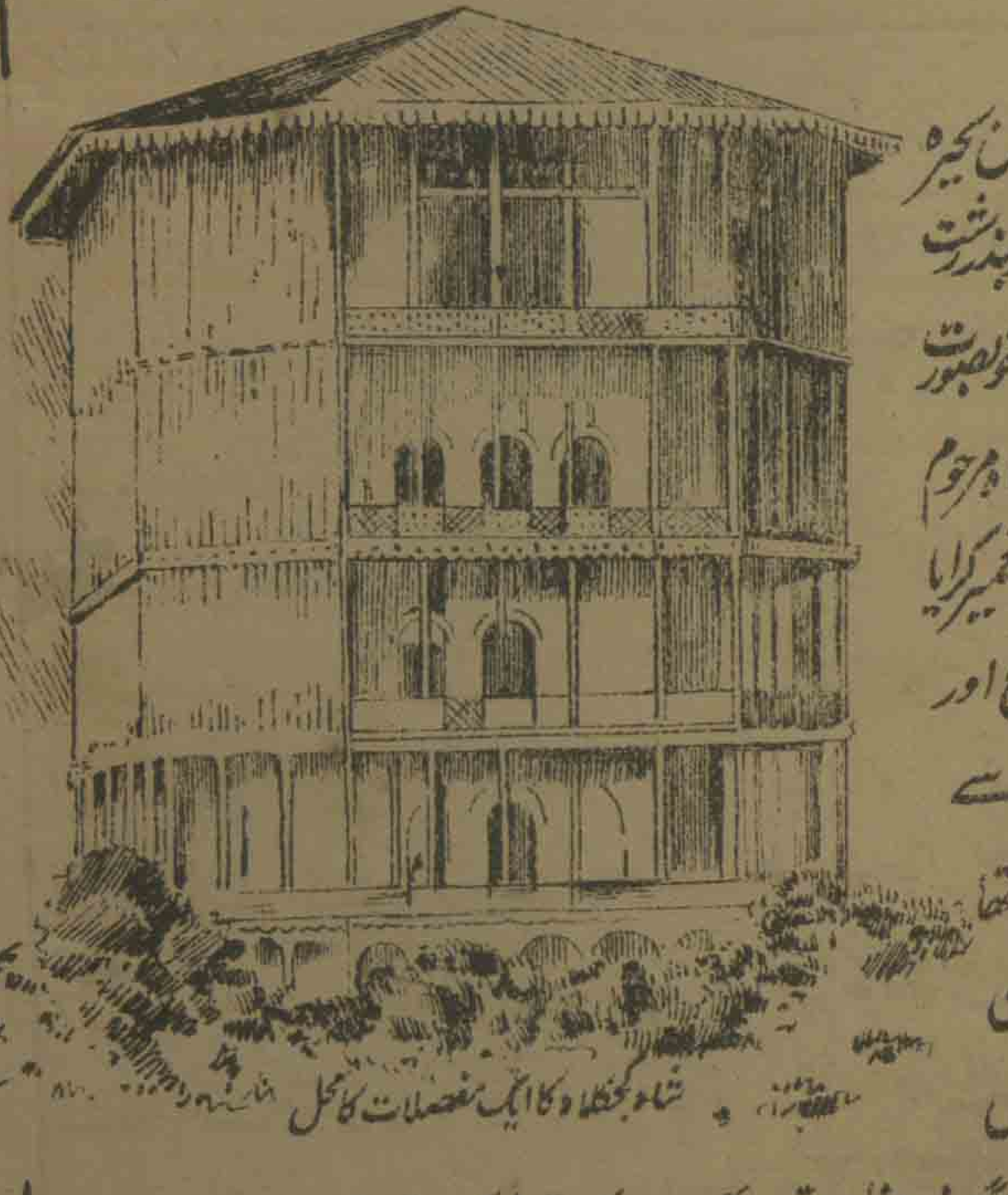

شاہ کجکلاہ کا ایک مضافات کا محل

مقام انزلی میں بحیرہ کسپین کے کنارہ پر بندر رشت میں ایک پانچ منزل کا خوبصورت مکان کھڑا ہوا ہو جو شاہ مرحوم نے موسم گرما کے لئے تعمیر کرایا تھا۔ اور اُسے نیلا سرخ اور سبز رنگوایا تھا۔ اور اسے چٹائی سے ڈھپنوا دیا تھا تاکہ رطوبت سے نقصان نہ پہنچے جو اس نواح میں عام ہے۔ اب وقتاً فوقتاً شاہ مظفر الدین بھی اسے استعمال کرتے ہیں۔

خیال کیا جاتا ہو کہ دنیا میں شاہ ایران کے باورچیخانہ واقع طہران سے زیادہ قیمتی کوئی باورچیخانہ نہیں ہو۔ جس میں کھانا پکانے کے برتن تک سونے کے ہیں۔ پلیٹیں اور رکابیاں جن میں شاہ خاصہ تناول فرماتے ہیں۔ ٹھوس سونے کے ہیں۔ جن میں قیمتی جواہرات جڑے ہوئے ہیں۔ کل سامانِ باورچی خانہ کی قیمت تخمیناً ایک کروڑ پچاس لاکھ روپیہ ہوگی۔

شاہ مظفر الدین کو باوجود بڑے پکے مسلمان ہونے کے اپنی رعایا کے ارمنیوں عیسائیوں یہودیوں اور گبروں سے یکساں ہمدردی ہے۔ جو ذیل کی مثالوں سے ظاہر ہے۔

اس اُمید پر کہ شاہ اپنے سفر یوروپ میں لنڈن تشریف لائینگے۔ آرمنیوں نے جو لنڈن میں مقیم ہیں شاہ کجکلاہ کو پیش کرنے کے لئے ایک ایڈریس تیار کیا تھا۔ مگر جب شاہ ممدوح بعض وجوہات سے انگلستان نہ جا سکے تو اہل آرمینیہ نے ایڈریس مذکور کو ایرانی سفیر متعینہ لنڈن کی وساطت سے اعلیحضرت کی خدمت میں بمقام آسٹینڈ پیش کیا۔ اڈریس کا ترجمہ فارسی میں کیا گیا اور وہ ایک عمدہ کاغذ پر نستعلیق حروف میں لکھا گیا۔

اب یہ خبر ایران سے پہنچی ہو کہ جب شاہ جمجاہ سفر یوروپ سے مراجعت کر کے تبریز پہنچے تو حضور عالی نے صوبوں کے گورنروں کے نام اس مضمون کے احکام جاری کئے کہ آیندہ رعایائے ایران کو مدارس کے قیام اور تعلیمی امور میں مناظرہ وغیرہ منعقد کرنے اور نیز انجمنیں قائم کرنے کے لئے ہر طرح کی آسانی دیجائے اور وہ اس قسم کے ہر کام کے لئے وہ گورنمنٹ طہران سے اجازت حاصل کرنے پر مجبور نہ کئے جائیں۔ اس کے علاوہ جب شاہ ممدوح نے سفر یوروپ میں اعلیٰ حضرت سلطان المعظم کی ملاقات سے فراغت حاصل کی تو آپنے ایک نہایت مہربانی آمیز پیام ارمنی مجتہد مقیم قسطنطنیہ کو روانہ کیا جو بعض وجوہات کے باعث شاہ کی خدمت گرامی میں حاضر نہ ہو سکا۔ مہذاہب

حضور عالی کوہ ارارٹ پر سے گذرے تو آپنے مقام نیمیا وزن کے پاس کمپ فرمایا اور وہاں کے اعلیٰ ارمنی پادریوں سے مُلاقات کی اور اُنہیں بعض ایرانی خطابات مرحمت فرمائے۔ ایکدفعہ اخبارات میں یہ بھی خبر شائع ہوئی تھی کہ حضرت شاہ نے اپنے ایک صاحبزادہ کی تعلیم کے لئے ایک لائق یہودی اُستاد مقرر کیا تھا۔

اسی زمانہ قیام آسٹینڈ میں لنڈن کے پارسیوں کا ایک ڈیپوٹیشن بمبئی کی انجمن زردشتیاں کی طرف سے حضرت شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ بمبئی کی یہ پارسی انجمن ہمیشہ اپنے اُن ہم مذہبوں کے حقوق کی نگرانی کیا کرتی ہے۔ جو ایران زمین میں سکونت رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ نے اُن کی شکایات کو رفع کردیا۔ اُسی زمانہ مین بمبئی کے ہز ہائینس آغاخاں بھی آسٹینڈ میں حضرت شاہ کے مہمان تھے۔ اور انہوں نے بھی پارسیوں کے متعلق کچھ سفارش کی تھی۔ جس پر پارسیوں نے اپنی کامیابی پر ہز ہائینس آغاخاں صاحب کا بھی شکریہ ادا کیا۔

بقول ترکی اخبار اقدام شاہ مظفر الدین کے لباس کئی قسم کے ہیں۔ شاہی دربار ولی اور رسمی یعنے سرکاری مُلاقاتوں کے لئے جو کوٹ پہنتے ہیں اس کے سینہ پر بہت سے بیش بہا جواہرات شاہی آمودہ ہوتے ہیں۔ اس قسم کے متعدد لباس ہیں لیکن ان میں سے تین کو خصوصیّت کا درجہ حاصل ہے۔ سیر وشکار اور تفریح کے موقعوں پر حضرت شاہ کا لباس بالکل سادہ اور تجمّل سے عاری ہوتا ہے۔ کلاہ شاہی کے سامنے "دُرلوریا" نامی ایک نہایت بیش قیمت ہیرا لگا ہوا ہے۔ جسکی قیمت کا تخمینہ بیس ملین فرانک یعنے ہندوستانی سکّہ کا سوا کروڑ روپیہ کیا جاتا ہے۔ ساتھ ہی آپ کو لباس کی سادگی کی طرف بہت توجّہ ہے۔ اور حکم ہے کہ سرائے شاہی میں ملک کا بنا ہوا کپڑا زیادہ تر استعمال کیا جاوے۔

اُوپر ذکر ہو چکا ہے کہ شاہ مظفر الدین کے تین بیٹے اور تئیس بیٹیاں ہیں۔ اُن میں سے

بڑا بیٹا شہزادہ محمد علی میرزا جو ۲۱۔ جون ۱۸۷۲ء کو پیدا ہوا اب ولیعہد سلطنت ہے۔ یہ فرانسیسی زبان بڑی روانی سے بول سکتا ہے اور علوم متداولہ میں اچھی تعلیم پا چکا ہے۔ بوجہ ولیعہد ہونے کے یہ اب اپنے باپ کی جگہ تبریز کا گورنر ہے۔ شہزادہ محمد علی رُوس اور یورپ کے بعض ممالک کا سفر بھی اپنے معلومات کو وسعت دینے کے لئے کر چکا ہے۔ اور روسیوں کی جانب بہت میلان رکھتا ہے۔

حال میں خبر ملی ہے کہ اوائل ۱۹۰۲ء میں شہزادہ ولیعہد نے اپنی وسیع مملکت کا دَورہ کیا ہے اور بڑی سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ مقامات۔ خوئی۔ سالسٹ اور آرمیا کا معائنہ کیا۔ آپ نے اپنے اس دَورہ کی کسی کو پیشتر سے اطلاع نہیں دی تھی اور غیر اتفاقیہ طور پر ایسی محنت اور جانفشانی کا کام اپنے ذمہ گوارا کیا کہ وہاں کے حکّام کے انتظام والنصرام کی عمدہ طور سے جانچ پڑتال کریں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کو اپنے ماتحت کل اضلاع کی ترقی اور سرسبزی اور رعایا کی فلاح واصلاح کا بہت بڑا خیال پیدا ہوا ہے اور نہایت مُستعدی سے اپنے فرائض منصبی اور کاروبار متعلقہ کے انجام دینے کا آپ نے کامل طور پر ارادہ کر لیا ہے۔

شہزادہ محمد علی مرزا پسر اکبر شاہ مظفر الدین ولیعہد دولت ایران تولّد ۲۱۔ جون ۱۸۷۲ء عیسوی

منجھلا بیٹا شہزادہ شعاع السلطنت کے نام سے مشہور ہے کہ جس کی عمر ۱۹۰۱ء کے آخر تک بائیس سال ہوئی ہے۔ یہ شہزادہ اپنے باپ کے زمانہ سفر یورپ میں تمام امور سلطنت طے کرتا تھا۔ اور بڑا ہوشیار اور تعلیم یافتہ ہے۔ جس کے بُشرے سے زیرکی

ہویدا ہی۔ اس وقت تک سلطنت کی بعض صوبوں کا گورنر رہ چکا ہے۔

شجاع السلطنت شاہ مظفر الدین کا دوسرا بیٹا عمر تیئس ۲۳ سال

تیسرے بیٹے کا نام ابوالفتح سالارالدولہ ہے جو یکم نومبر ۱۸۸۱ء کو پیدا ہوا۔ یہ پہلی تو اپنے باپ کے باڈی گارڈ فوج کا کرنیل تھا۔ لیکن اب ایک صوبہ کا گورنر ہے۔ مئی ۱۹۰۰ء کے رسالہ بائیبل سوسائیٹی رپورٹ میں مندرجہ ذیل واقعہ اس شہزادہ کی بےتعصبی اور ہوشمندی کا درج ہے۔ لنڈن کی بیبل سوسائٹی نے ایک فارسی زبان کی بیبل کی عمدہ جلد بندھوا کر اپنے ایک ایجنٹ کی معرفت شہزادہ کیخدمت مین بھیجی۔ شہزادہ نے بائبل کو بڑی

شہزادہ مرزا سالار الدولہ شاہ مظفر الدین کا تیسرا بیٹا تولد یکم نومبر ۱۸۸۱ء

حرمت کے ساتھ قبول کیا اور اس پر بوسہ دیکر رکھ لیا۔ اور جواب دیا کہ بائبل سوسائٹی کی کمیٹی کی خدمت میں کہ جس نے مہربانی کرکے مجھے یہ تحفہ بھیجا ہے شکریہ پہنچا دو کہ میں اسے پڑھونگا۔ اور چونکہ یہ خدا کا کلام ہے میں اس کی عزت کرونگا۔ اور قاصد کو پانچ روز زنجان میں اپنے یہاں مہمان رکھا۔

پرنس ابوالفتح میرزا سالار الدولہ انجیل کا تحفہ قبول کرتے ہیں

شہزادہ ولیعہد کی لیاقت اور حسن کارگذاری پر حال میں شاہ کجکلاہ نے ایک عملی اظہار اس طور پر کیا ہے کہ جبکہ شہزادہ ولیعہد اسی سال کے پہلے نصف میں طہران سے تبریز اپنے مقر حکومت کو لوٹنے والے تھے انہیں ایک اعلیٰ درجہ کا تمغہ دیا گیا کہ جس سے اُن کی عزت افزائی مقصود تھی۔ اس غرض کے لئے ایک دربار منعقد کیا گیا۔ اور صدر اعظم اور تمام اکابر سلطنت شہزادہ کی تبریک و تہنیت کے لئے جمع ہوئے اس میں حضرت شاہ نے تشریف لاکر تمغہ شہزادہ ولیعہد کو عطا کیا۔ تمغے کے ہمراہی سند پر حضرت شاہ کے دستخط خاص سے یہ عبارت درج تھی۔ "از انجائیکہ ولیعہد بکمال دوستی و صداقت خدمت کردہ است و خاطر ما را ہمیشہ از خدمات خودش راضی داشتہ است۔ لہذا نشان اقدس کہ از علامات بزرگ دولت ایران است با و مرحمت فرمودیم کہ بیشتر از بیشتر دلگرم شدہ مشغول انجام خدمت شود۔ فی شہر ربیع الاول ۱۳۱۹ہجری۔"

شاہ مظفر الدین کے بڑے بھائی مسعود مرزا کا لقب ظل السلطان ہے۔ یہ بڑا قابل شخص ہے لیکن خونریزی میں بیدریغ ہے۔ اس نے بختیاریوں کے ایک سردار کو جبکہ وُہ اس کے محل میں مہمان تھا مار ڈالا۔ علاوہ ازیں اس کی ماں شاہی خاندان سے نہ تھی۔ اِس لئے اُسے باپ نے ولیعہد نہ بنایا۔

سیاحتِ یورپ

شاہ ناصر الدین مرحوم نے اپنی زندگی میں تین مرتبہ ممالکِ یوروپ کی سیاحت کی۔ اور اکثر سلاطینِ عظام یوروپ کے ایک سے زیادہ مرتبہ مہمان رہے۔ جو سفر نامے اپنی سیاحتوں کے متعلق شاہ شہید نے اپنے ہاتھ سے قلمبند کئے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ وُہ بڑی ہوشمندی سے یوروپ کی قابل دید چیزوں کو دیکھتے تھے۔ اور ایک گہری نظر سے اُنکے حسن اور ثواب کو پرکھ سکتے تھے۔ بمصداق الولدُ سِرٌّ لِاَبِیهِ اُنکے انتقال کے بعد معلوم ہوا ہے کہ اسی شوقِ سیاحت یوروپ کا کچھ حصہ اُن کے جانشین شاہ مظفر الدین میں بھی موجود ہے۔ تخت سلطنت پر متمکن ہونے کے بعد کئی دفعہ افواہ بلند ہوئی تھی کہ شاہ کجکلاہ کا ارادہ سیاحت یورپ کا ہے۔ لیکن بعض وجوہات سے یہ ارادہ پورا نہ ہوسکا۔ مگر سنہ ۱۹۰۰ء میں آخر اس خواہش کے پورے ہونے کا موقع پیش آگیا۔ امورِ سلطنت میں کثرت سے مصروف رہنے کی وجہ سے طبیعت کچھ کسلمند رہتی تھی۔ اِس لئے شاہی اطبا نے یورپ کی بعض معدنی پانی پینے اور نہانے کی جگہوں میں جانیکا مشورہ دیا۔ کچھ نمائش گاہ پیرس کی ترغیب تھی کہ جہاں تمام دُنیا کی صنعت و حرفت اور کلوں کے اعلےٰ نمونے یکجا موجود تھے۔ اور ایرانی تجارت کو ترقی دینے اور صنعت و حرفت میں علمی عنصر داخل کرنے کے خیال سے مناسب معلوم

ہوتا تھا کہ بہ نفسِ نفیس اِن چیزوں کو جا کر دیکھیں۔ اِس لئے سیاحتِ یورپ کے لئے یہ زمانہ پسند کیا گیا۔ اور بقول بعض اخبارات کے رُوس سے اِسی سفر کے اخراجات کے لئے بہت نامناسب شرائط پر استقراض کیا گیا تھا۔

مگر یہ بات غلط ہے کہ محض اخراجات سیاحت یوروپ کے لئے قرضہ لیا گیا تھا۔ اسکے متعلق زیادہ کیفیت میں آگے چلکر لکھونگا۔ گو سیاحت یورپ کے اخراجات بھی بہت بھاری ہُوئے ہونگے۔ اتّفاق سے نیازمند راقم سطور بھی اسی زمانہ میں سفر یورپ میں تھا۔ اور پیرس اور قسطنطنیہ میں بھی انہیں اوقات میں موجود تھا کہ جب شاہ کجکلاہ اِن مقامات میں تشریف فرما ہُوئے۔ اور اُنکی سواریوں کو بارہا بچشم خود دیکھا۔ اور بہت کچھ انکے نقل و حرکت کے متعلّق جرائد یورپ میں پڑھا۔ چنانچہ باب سیاحت میں انگریزی اخبارات سفیر و گریفک ترکی اخبار اقدام صباح و ترجمان حقیقت جرمنی اخبار نیئو فرایا پریس فارسی اخبار حبل المتین اور فرانسیسی اخبار جرنل لی پاتی کی مدد سے مختصر حالات سفر درج کرتا ہُوں۔

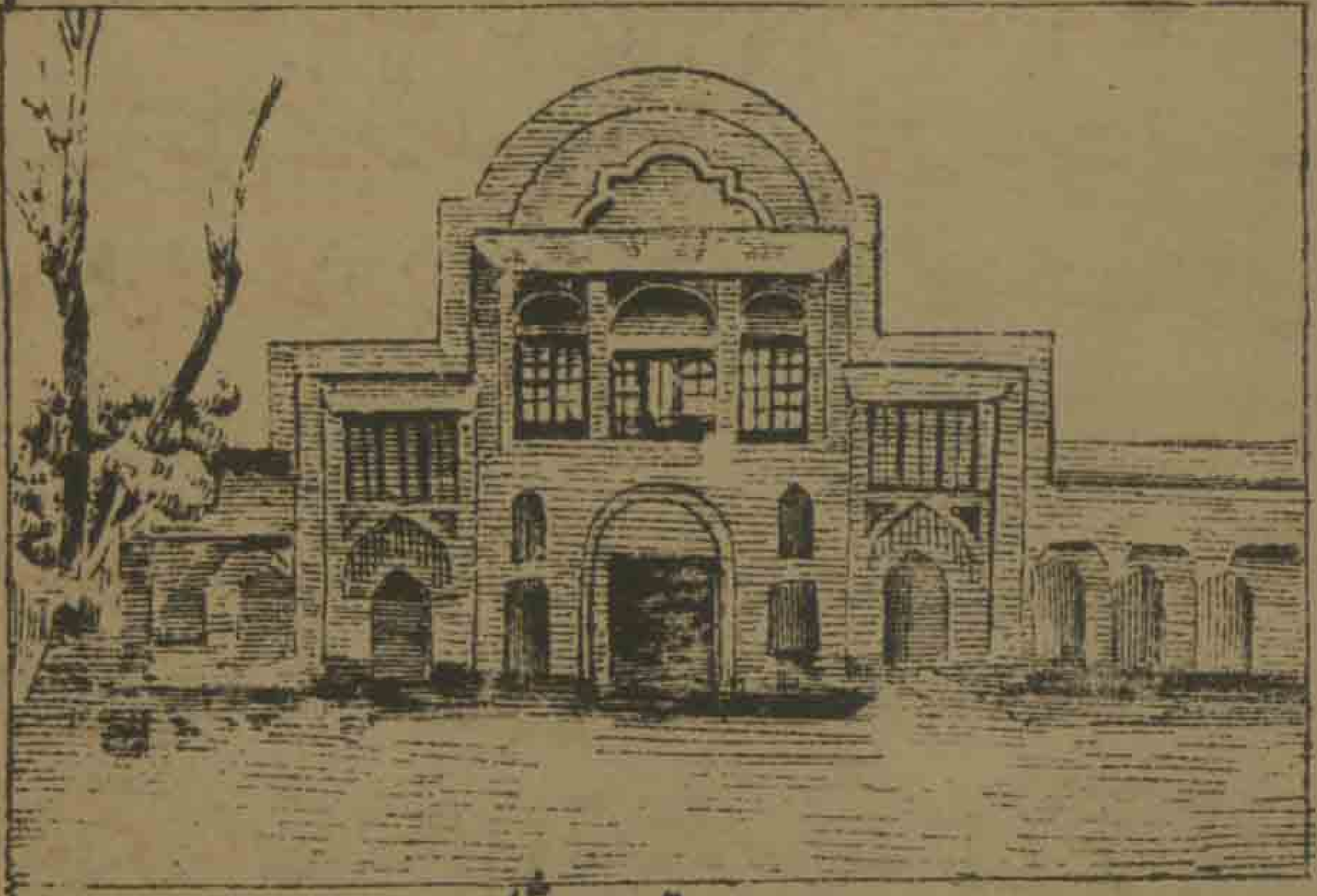

طہران میں قصر الماس شاہی

شاہ کجکلاہ ۱۵۔ جون کو طہران سے ایک بہت بڑی جماعت اُمرا وزرا ارکانِ دولت خدام اور ممتاز تجار ایران اور بہت سے خدم و حشم کے ساتھ عزیمت فرمائے سفر ہُوئے۔ ایک طابور (رجمنٹ) پیدل اور پانسو سواروں کے علاوہ دو ہزار سے زیادہ سول و ملٹری حکام ہمرکاب تھے۔ اور چونکہ

سفر گاڑیوں اور گھوڑوں اور خچروں کی سواری پر منحصر تھا شاہی قافلہ جو ایک کاروان بنگیا تھا بہت آہستہ چلتا تھا۔ یہ کاروان چھ ہزار کے قریب نفوس اور آٹھ ہزار حیوانات مختلفہ سے مرکّب تھا۔ گو عام راستہ طہران سے یوروپ جانیکا براہ بحیرہ کاسپین باکو کی طرف سے ہے۔ لیکن شاہ مظفر الدین ایک سچّے ایرانی کی طرح سفر بحر سے نفرت رکھتے ہیں اس لئے وُہ کوہ قاف کو تبریز اور ایران کی طرف سے نہضت فرما ہُوئے۔ طہران سے تبریز تک سات سو کیلو میٹر کا سفر پچیس روز میں ختم کیا گیا۔ جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ضرور سُرعت سے کام لیا ہوگا۔ سفر شاہی کی خبر ہر طرف پھیل جانے سے تبریز میں چاروں طرف سے ایرانی جوق جوق جمع ہو گئے۔ اور بڑے جوش و خروش اور شہر آئین سے شاہ کا استقبال کیا گیا۔

تبریز میں آپ نے تین روز اقامت فرمائی۔ اور وہاں سے وادی بحر خضر کی جانب راہی ہُوئے۔ اور حدود رُوس کے قصبہ جولفا میں پہنچکر فوج اور زائد ہمراہیوں کو تبریز کو لوٹا دیا تاکہ وُہ شاہ موصُوف کی واپسی تک وہیں ٹھہریں۔ اور اطلاع ملنے پہ جولفا یا رشت تک چلے آئیں۔ رُوسی حدود پر شہنشاہ روس کی طرف سے مہماندار افسر متعین تھے۔ وہاں سے اُنکے ہمراہ گاڑیوں کی سواری سے باکو تفلس ریلوے کے قریب ترین سٹیشن پر پہنچے۔ تفلس کے بعد کوہستان قفقاس کو دیکھنے کے لئے ٹھیرے۔ ماسکو ریلوے لائن پر پہنچنے کے بعد کونترہ کسویل کی جانب ریل میں بیٹھکر ہی مناظر کو دیکھتے جانا چاہتے تھے۔ لیکن متاعب سفر سے بہت تھک کر وارشو میں چند روز قیام فرمایا۔ اور پھر سیدھے کونترہ کسویل فرانسیسی قصبہ کو تشریف لیگئے۔ کہ جہاں فرانسیسی حکّام نے بڑے اہتمام اور احترام کے ساتھ استقبال کیا۔ اور قصر سٹوورٹن نامی میں فروکش کیا۔ سٹیشن پر قالینوں کا فرش کیا گیا تھا اور پھولوں سے سٹیشن کو دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ فرانس کے اس قصبہ میں شاہ عالیجاہ کے تشریف فرما

ہونے کی وجہ یہ تھی کہ یہاں کے معدنی پانی کو پی کر شفا حاصل کریں اور یہاں کے خوبصورت باغات کے سیر و تماشا میں دل بہلائیں۔ طبّی مشورہ سے استفادہ کرنے کے لئے فرانس کے مشہور اطبّا پروفیسران دیبولافوا اور ژاقو اور برلن کے ایرانی سفارتخانہ کا ڈاکٹر ہولانڈر شاہ کی خدمت میں یہیں طلب کئے گئے۔ اِسوقت موسیو لوبے پریسیڈنٹ جمہوریہ فرانس نے شاہ کی خدمت میں خواہش ظاہر کی کہ آپ پیرس میں تشریف لائیں اور نیز صدق دل سے اُن کی صحت یابی کی آرزو ظاہر کی۔ علاوہ اس کے نمائش پیرس کے ایرانی محل کو جا کر معائنہ کیا۔ اور اُمّید ظاہر کی کہ شاہ عالیجاہ ضرور عنقریب پیرس میں تشریف لائینگے۔ ۲۱۔ جون کو فرانس کے ضلع دوزژ کا مجسٹریٹ پریسیڈنٹ جمہوریہ کی طرف سے شاہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ شاہ کی خدمت میں اِسوقت صدر اعظم ایران۔ ایرانی سفیر پیرس اور سرائے شاہی کے ارکان حاضر تھے۔ فرانسیسی قائمقام حکومت نے حکومت فرانس اور پریسیڈنٹ کی جانب سے مزاج پُرسی کے بعد بہت جلد صحت یابی کی آرزو ظاہر کی۔ حضرت شاہ نے حکومت فرانس کے اس طرح کے توجہات کا شکریہ ادا کیا۔ اِس اثنا میں حضرت شاہ کو کونترہ کسویل کے علاج سے فائدہ بھی بہت حاصل ہوا۔ ہمراہی اطبّا نے بھی صلاح دی کہ اب وقت ہو کہ آئندہ سیاحت کا پروگرام تیار کر لیا جائے۔ اس قصبہ کی اقامت کے زمانہ میں گورنمنٹ فرانس نے شاہ موصُوف کی تفریح کے لئے ایک لشکری بینڈ باجہ اور دیگر سامان موسیقی بھیجدیا تھا۔ یہاں رہنے کے زمانہ میں کئی مرتبہ حضرت شاہ قصبہ ونتیل تک جاتے رہے۔

جب حضرت شاہ کی صحت بالکل بحال ہو گئی تو آپ نے ۱۳۔ جولائی کو کونترہ کسویل سے روانگی کا قصد کیا۔ اور پریسیڈنٹ جمہوریہ فرانس کو اپنی شکر گذاری کا تار بھیجا حضرت شاہ کی مفارقت کی تقریب پر قصبہ کے بڑے باغ میں ایک کانسرٹ دیا گیا۔ اس جلسہ میں تین ہزار اشخاص شامل تھے۔ حاضرین نے شاہ کی تعریف میں خوشی کے نعرے

بلند کئے۔ غرض آپ بڑی رونق اور خوشی کے عالم میں اس قصبہ سے رُخصت ہُوئے۔ رخصت ہونے سے پہلے حضرت شاہ نے یہاں کی بعض فرانسیسی لیڈیوں کو خراسان سے منگوا کر نہائت بیش قیمت فیروزہ کی انگشتریاں عطا کیں۔ اور صدر اعظم اور دیگر امرا نے بھی کئی لوگوں کو یادگار کے طور پر تحفے دیئے۔ یہاں سے روانگی کے وقت ضلع ووزژ کا حاکم موسیو تالوں موجُود تھا۔ اس کے علاوہ لوکل حکام معہ ایک بینڈ باجہ کے حاضر تھے۔ ایرانی موسیقی اور فرانسیسی مارچ بج رہا تھا۔ موسیو تالوں حکومت فرانس کی طرف سے اپنی حدود تک شاہ کی ہمرکاب گیا۔ علاوہ صدر اعظم اور دیگر سفرائے ایران کے سفیر پارس نظر آغا اور اس کا چیف سکرٹری اردشیر خاں بھی معیّت میں تھے۔ استراحت کرنے والی گاڑیوں کی ریل گاڑی کی کمپنی کی ایک خاص ٹرین سیدھی سینٹ پیٹرزبرگ کو جانے کے لئے حاضر تھی۔

حضرت شاہ ۱۴۔ جولائی کو ویسباون پہنچے اور وہاں شب باش ہُوئے۔ اور ۱۷۔ جولائی کو بعد ظہر پیٹرزبرگ میں پہنچے۔ زار نیکولس شہنشاہ رُوس کی طرف سے دُھوم کے ساتھ استقبال کیا گیا۔ خاندان زار کے ارکان اور سرائے شاہی کے عُہدہ دار انکی خدمت میں پیش کئے گئے۔ اور محل ارمتیاژ میں فروکش ہُوئے۔ یہاں آپ کی خاطر بہت سی ضیافتیں دی گئیں۔ ۱۸۔ تاریخ کی شام کو حضرت زار کی طرف سے محل پیٹرہاف میں ایک شاندار ضیافت دی گئی۔ اور دُوسرے روز قراسنہ میں دربار لیوی منعقد ہوا۔ ۲۰۔ تاریخ کو شہر پیٹرزبرگ کا ایک ڈیپوٹیشن حضرت شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اُسی روز کلیسائے سن پیر وپول میں الگذنڈر سوم متوفّی کی قبر پر ہار رکھا۔ اور پھر زار روس کی والدہ کی طرف سے پیٹرہاف میں دعوت قبول کر کے ولیعہد زار سے ملاقات کی۔ ۲۳۔ جولائی کو پیٹرزبرگ سے فرانس کو عازم ہُوئے۔ رخصت کے وقت حضرت زار معہ شہنشاہ بیگم و دیگر اعضائے خاندان شاہی کے موجُود تھے۔

۲۸۔ جولائی کو حضرت شاہ پایہ تخت فرانس میں وارد ہُوئے۔ شرقی سٹیشن پر پریسیڈنٹ جمہوریہ۔ پارلیمنٹ فرانس کے پریسیڈنٹ اور دیگر اعیان سلطنت کی طرف سے رسم استقبال ادا کی گئی۔ فرانسیسی لشکر احترام اور محافظت کی غرض سے سٹیشن سے لیکر مقام قیام تک سڑک کی دونوں طرف صف بستہ کھڑا تھا۔ موسیو لُوبے پریسیڈنٹ اقامت گاہ تک ہمراہ گئے۔ تمام راستہ میں جوش و خروش سے لوگ خوشی کے نعرے بلند کرتے تھے حضرت شاہ کو بوادابولوں کے شاہی مہمانوں کے مکان میں فروکش کر کے پریسیڈنٹ جمہُوریہ رخصت ہوا۔ اور پیرس کے سولھویں رسالہ کا قوماندان جنرل یاران معیّت شاہانہ کے لئے تعین کیا گیا۔ شاہ کج کلاہ کے ہمراہی حضرات بازار بولونیا کے مکان نمبر ۴۳ میں اُتارے گئے۔ اس شام کو استراحت فرما کر شاہ دُوسرے دِن کی صبح کو بھی کہیں باہر نہیں گئے۔ صرف ارکان معیّت کا سلام قبول کیا۔ البتہ بعد طعام آٹوموبیل یعنے خودبخود چلنے والی برقی گاڑی میں بیٹھ کر بواڈابولوں نامی جنگل میں دُور تک تشریف لیگئے۔ واضح رہے کہ پیرس کا یہ جنگل بلحاظ صفائی اور نظافت کے دُنیا کے کسی باغ سے کم دلاویز نہوگا۔ اور پھر مارلیں کیجانب سیدھے چلے گئے۔ اور اس آٹوموبیل کے سیر سے بہت محظوظ ہُوئے۔ دُوسری صبح حضرت شاہ نمائش گاہ پیرس کی سیر کو گئے۔ جہاں نمائشگاہ کے کمشنر جنرل موسیو پیقار نے فرانس کے بعض سفیروں کی آپ سے ملاقات کرائی۔ نمائش گاہ کے بعض حصوں کے معائنہ کے بعد ایرانی منزل نمائش میں پہنچے جہاں مہندس الممالک کمشنر نمائش ایران اور دیگر تمام اکابر ایرانی نے استقبال کیا۔ اور مہندس الممالک مذکور نے خوش آمدید کے متعلق ایک دلچسپ تقریر عرض کی۔ حضرت شاہ نے افسر مذکور کی خدمات سے محظوظ ہو کر صدر اعظم کے واسطہ سے اُسے دو دستہ شمشیر مرصع ہدیہ دین۔ اس روز ایرانی عمارت نمائشگاہ کو حضرت شاہ کی تشریف آوری کی وجہ سے خوب سجایا گیا تھا۔ اور ایرانی قالینوں کا ہر جگہ فرش کر دیا گیا تھا۔ اس عمارت پر جو شعر

فارسی خط میں بازار کی طرف لکھے ہوئے تھے۔ اُن سے یہی ٹپکتا تھا کہ حضرت شاہ اور اُن کے وزرا کی طبیعت اب ایرانی حرفت اور علوم کی ترقی کی طرف مائل ہوئی ہے۔

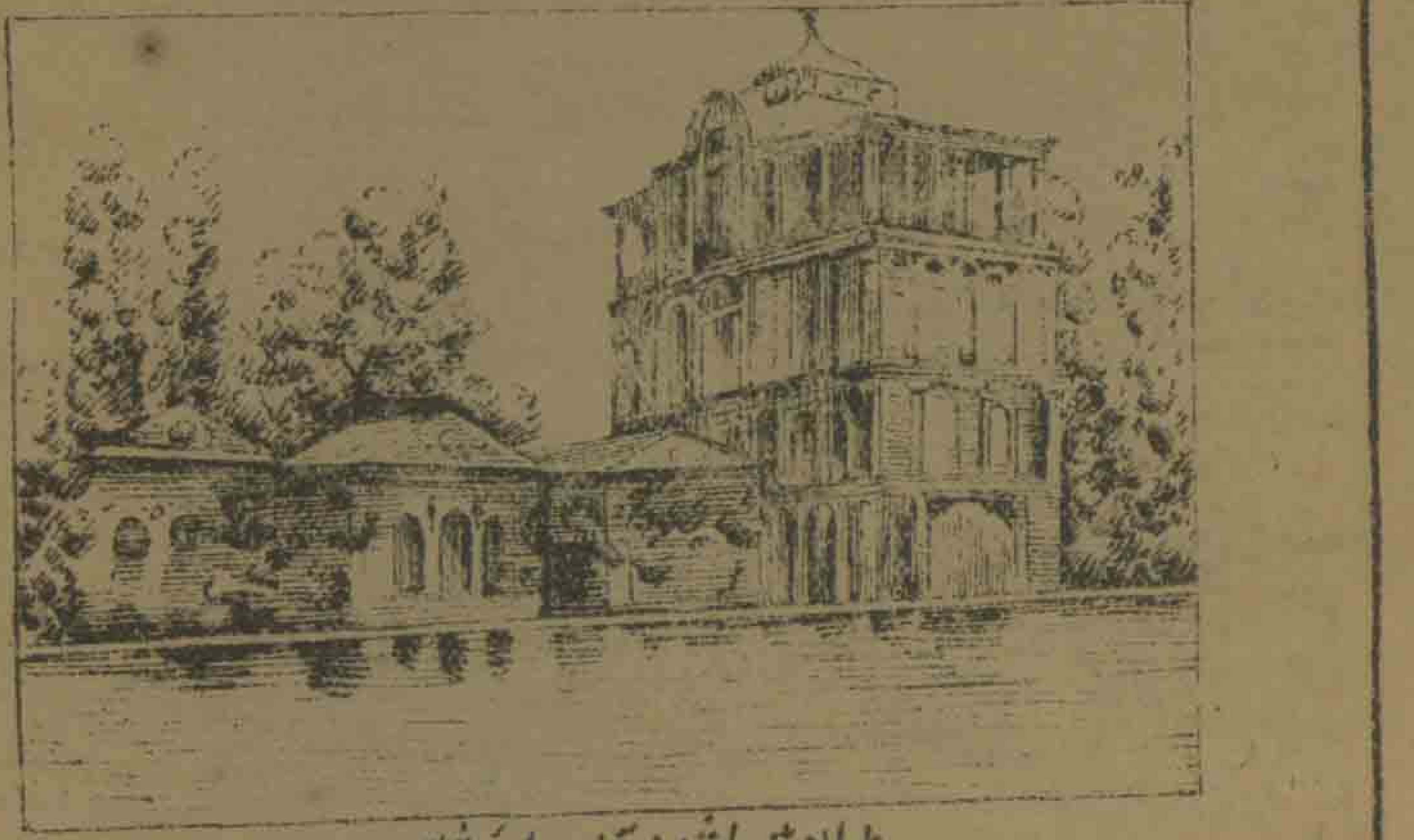

طہران میں اشرف آباد سرائے شاہی

وُہ اشعار یہ ہیں :۔

بگلشن ہُنر و باغ معرفت پاریس ۔۔۔ فگندہ اند بساطے ز صنع دست بشر
زمانہ پرورشش فضل مے دہد ہر روز ۔۔۔ درخت علم کنوں بیشتر گرفتہ ثمر
ہمیشہ تا بجہاں نام علم بُود بلند ۔۔۔ ازیں دیار ہے نشر کردہ در دیگر
ز ہر دیار ہنر ملک خاصہ ایران ۔۔۔ کہ دولت است ہنر پیشہ و ہنر پرور
علے الخصوص بعہد خدیو صاحب جاہ ۔۔۔ مظفرالدین شہنشاہ ما بلند اختر

اور اس کے بڑے دروازہ پر یہ رُباعی درج تھی ؎

ایں طرفہ بنا کہ دلکشِ شاہاں است ۔۔۔ در غرض ہنر ز دولت ایران است
تا ہست جہاں باد مظفر منصور ۔۔۔ شاہنشہ ما مؤید یزدان است

۳۰ ویں جولائی کو تفرّہ گاہ بولوں کا سیر کرنے کے بعد ایک ساعت باغچہ رسمی حیوانات (پیرس کے چڑیا گھر) میں صرف کی۔ کا سقاد کے راستہ سے دائرہ رسمیہ کے رئیس سے ملاقات

کر کے سفارت خانہ ایران واقعہ کوچہ اینا میں پہنچے۔

۲۔ اگست کو ایک افسوسناک حادثہ پیش آیا۔ اہل پیرس نے بڑے جوش و خروش سے حضرت شاہ کا اپنے خوبصورت شہر میں استقبال کیا تھا اور بڑی خوشی اور آرزو سے انہیں اس موقع پر بُلایا تھا۔ کیونکہ وُہ جانتے تھے کہ حضرت شاہ کے آنے سے نمائش گاہ پیرس کو اُنکے روپیہ سے بڑی مدد ملیگی۔ تاہم ایک دیوانے نے جو انارکسٹ ہوگا اس تمام خوشی کو غم سے بدلدینے کی کوشش کی۔ شاہ ہر روز ہوا خوری کے لئے معہ چند وزرا کے نکلتے تھے۔ اور ایوینیو (بازار) مالاکوف سے گذرا کرتے تھے۔ جہاں تماشائیوں کا بڑا ہجوم اُنکی تعظیم کے لئے جمع ہوجایا کرتا تھا۔ ساتھ ہی پولیس والے بھی مستعدی سے پہرے پر موجود رہتے تھے۔ آج جبکہ حضرت شاہ کی گاڑی نکلی تو ایک نوجوان فرانسوا سالسون نامی نے جھٹ گاڑی کے پائدان پر کھڑے ہوکر اپنا ریوالور حضرت شاہ کیطرف جھکایا مگر شاہ معظم اور انکے ایک وزیر نے پیشتر اس کے کہ سنگدل قاتل گھوڑے کو دبائے اسکا بازو پکڑ کر ریوالور چھین لیا۔ اُسکے بعد وہ زدن میں خفیہ پولیس اور عوام الناس آپ کی مدد کو آ پہنچے۔ اور لوگوں نے قاتل پر حملہ کرنا چاہا۔ اور اگر پولیس اُسے بچاکر علیحدہ نہ لیجاتی تو اس جدوجہد میں لوگ اسے وہیں مارڈالتے۔ حضرت شاہ نے اسوقت اپنی طبیعت کی مضبوطی کا بڑا ثبوت دیا۔ اور مطلق ہراس ظاہر نہ کیا۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد جب موسیو لوبے پریسیڈنٹ فرانس اس حادثہ کی خبر سُنکر

شاہ مظفرالدین پر فرانسیسی حملہ کرنے والا

آیا اور اُس نے اس حادثہ سے سلامت بچ جانے پر آپ کو مبارکباد دی اور حادثہ پر افسوس ظاہر کیا تو حضرت شاہ نے فرمایا اس میں کسی کا قصور نہیں ہے۔ قاتل ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ میرے والد بزرگوار کو [illegible] نے طہران ہی میں مار ڈالا تھا۔"

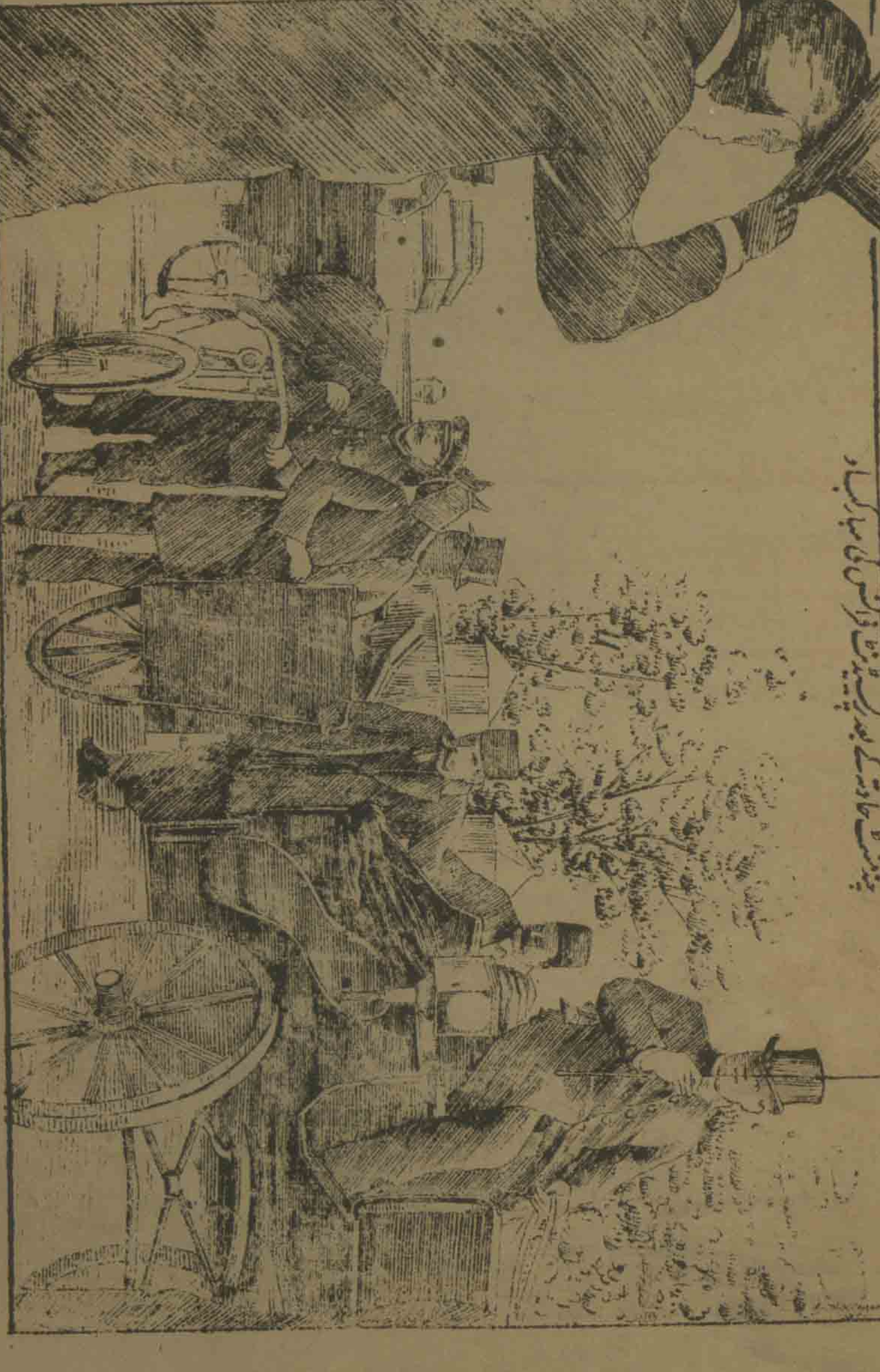

اِسی حادثہ کے روز ونسن کے گُلہ سازی کے کارخانہ کے جنگی اسلحہ خانہ کا سیر و تماشا کیا۔ حضرت شاہ کی معیت میں وزیر جنگ فرانسہ جنرل آندرہ رہا۔ مراسم عسکری اور اعزازی کے ادا کرنے کے لئے انیس پلٹنوں نے سلامی اُتاری اور اس کے بعد فوج سوار نے تعلیم توپ خانہ کے تجربات دکھلائے۔ حضرت شاہ کے اعزاز میں رئیس حکومت (پریسیڈنٹ) موسیو لوبے نے محل الیزہ میں ڈیڑھ سو آدمیوں کو ایک مکمل اور پُر تکلّف دعوت دی۔ اور بعد کھانا کھانے کے نہائت شان و شوکت سے ایک ریسپشن (قبول) کی رسم ادا کی گئی۔ اِس موقع پر الیزہ سرائے کے بڑے باغ میں نہائت خوشنما آتشبازی کے کرتب دکھلائے گئے۔ اس کے بعد ۴۔ اگست کو حضرت شاہ کی اعزاز میں نمائشگاہ میں ایک ایوننگ پارٹی دیگئی۔ اِسی کے اثنا میں حضرت شاہ سینوماٹوگرافی اور آئینوں کی عمارت میں ایک نہائت دلکش اور دلچسپ رقص سے محظوظ اور مسرور ہوئے۔ ۵۔ اگست کو حضرت شاہ دائرہ مخصُوصہ میں آرام کر کے شام کو سیدھے سیرگاہ بولون میں تفریحی گلگشت کو گئے۔ اِس کے بعد آپکا قصد پیرس میں زیادہ قیام کرنیکا نہیں تھا اور لنڈن کو جانیکا وقت آگیا تھا کہ جہاں حضور ملکہ معظمہ انگلستان مرحومہ نے آپکو لئے انہیں تمام سلاطین یورپ سے پہلے دعوت دی ہوئی تھی۔ لیکن بدنصیبی سے انہیں دنوں ملکہ معظمہ کے فرزند ارجمند ڈیوک آف سیکس کوبرگ گوتھا کا اِنتقال ہوگیا۔ مگر اِس پر بھی چند روز پریسیڈنٹ لوبے کے اصرار سے پیرس میں اور ٹھہر کر ماتم پُرسی کے لئے لنڈن جانے کا ارادہ کیا۔ حضرت شاہ نے موسیو لوبے کو اپنی تصویر مرصع بطور یادگار عطا کی۔ ۶۔ اگست کو بوقت صبح حضرت شاہ نے نگارخانہ لوور کی مرقعوں کی سیر کی۔ کہ جہاں وزیر تعلیم کی طرف سے وہیں آپ کو دعوت بھی دیگئی۔ ۷۔ اگست کو پیرس کی ٹکسال کا معائنہ فرمایا۔ اور وزیر مال سے سکوں کے مضروب کرنے کے متعلق دلچسپ معلومات حاصل کئے۔ حضور شاہ کے سامنے وہیں تھوڑی دیر میں ایک تمغہ ضرب کیا گیا

جس ہی ایک طرف "شاہ ذیشان" اور دُوسری طرف "مظفر الدین شاہ قاجار ۷۔ اگست ۱۹۰۰ء" ضرب کر کے آپ کو نذر کیا گیا۔ اُسی شام کو آپ سرکاری گھوڑوں کا اصطبل دیکھنے گئے جہاں سے نصف شب کو لوٹے۔ ۸۔ اگست کو معہ ارکان معیت بازار مالا مار کے آگ فرو کرنے کی چوکی میں تشریف لیگئے۔ اور آگ بجُھانے کے آلات اور سامان دیکھ کر اس صیغہ کے اعلےٰ افسر سے اس بارہ میں معلومات حاصل کئے۔ شام کے قریب آپ نے فرانس کے مشہور بیل بوٹے اور تصویر والے غوبلن قالینوں کے کارخانہ کو معائنہ کیا۔ وہاں سے نکلنے کے بعد باغچہ نباتات کی سیر کی۔ ۹۔ اگست کو نمائشگاہ کے صیغہ حفظ صحت اور فیروزد کارخانہ کی توپوں کو دیکھ کر اُن کی بہت تعریف فرمائی۔ اور اس کے بعد صید ماہی اور عام صید کی نمائش کے مکانات کو دیکھ کر اقامت گاہ شاہی کو معاودت فرمائی۔

اثنائے قیام پیرس میں پیرس کے بہت سے کارخانہ داروں اور تاجروں کے بیش قیمت مال حضرت شاہ نے خریدے۔ ایک جگہ اپنا بُت قد آدم پلاسٹر آف پیرس کا بنوایا۔ ایک آٹو موبیل سواروں کے لئے خریدی کہ جس پر ایک فرانسیسی انجینئر ایم مارتے چلانے اور مرمت کرنے کے لئے نوکر رکھ کر طہران کو لیگئے۔ اس شخص نے طہران سے حضرت شاہ کے موٹر کار کے شوق اور سواری کے حالات لکھ کر پیرس کے اخبارات میں بھیجے ہیں۔ یہ لکھتا ہے کہ باوجودیکہ سڑکیں سوائے ایک کے باقی سب ایران میں خراب ہیں۔ تاہم حضرت شاہ اس گاڑی کی سواری کا شوق کرتے ہیں۔ اور جب سفر میں اس پر سواری نہیں بھی کرتے تب بھی ساتھ ساتھ لئے پھرتے ہیں۔ کہ جسے دیکھ کر اہل ایران بڑے حیران ہوتے ہیں کہ یہ کس طرح بلا گھوڑے ٹٹو کے خود بخود چلی جاتی ہے۔ ایک گھڑی ایسی بنوائی کہ جس سے علاوہ طہران کا وقت معلوم ہونے کے دنیا کے اور بڑے بڑے بارہ شہروں مثل پیکن واشنگٹن یوکوہاما

بمبئی سمرقند قسطنطنیہ ویانا رُوم برلن پیرس سینٹ پیٹرزبرگ اور لنڈن کے صحیح وقت بھی معلوم ہوتے ہیں۔ درمیانی بڑا ڈائل طہرانی وقت کا ہے اور گرد کے چھوٹے دیگر اوقات کی ہیں۔ غرض اسی طرح بیشمار چیزیں پیرس وغیرہ مقامات سے اس سفر میں حضرت شاہ کے ہاتھ سوداگروں نے بیچیں۔ اس کا کسی قدر اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ہو سکتا ہے۔

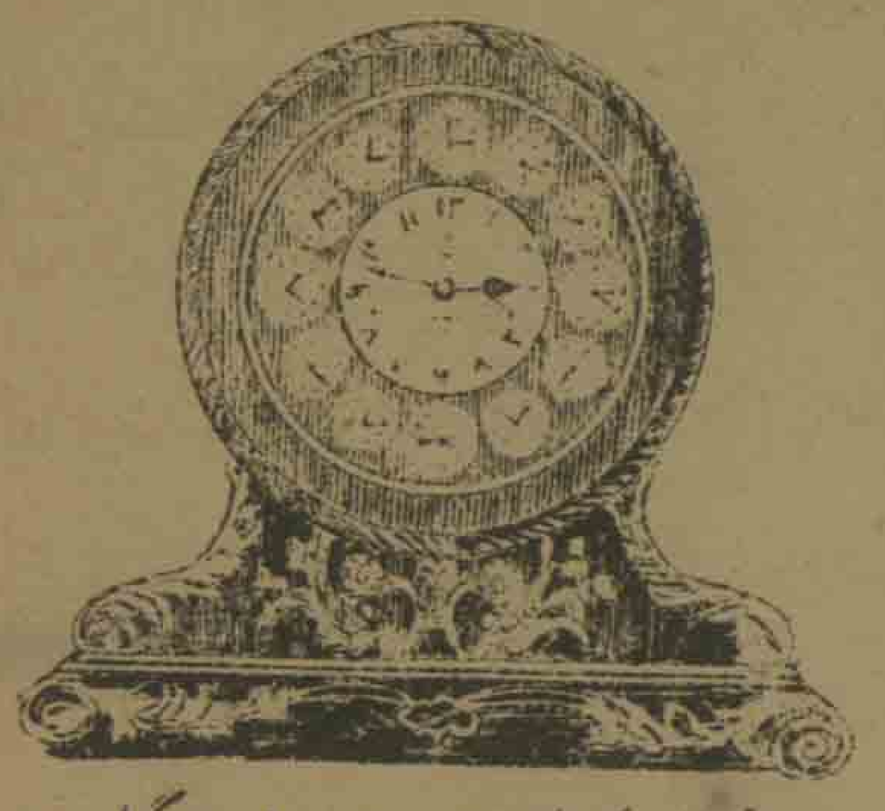

بارہ مختلف ممالک کا وقت بتلانے والی گھڑی

اخبار لنڈن ڈیلی میل ۲۲۔ نومبر کی ایک خبر اپنے پیرس کے نامہ نگار سے لکھتا ہے کہ شاہ ایران کے خلاف پیرس کے ایک دیوانی عدالت نے سمن نکالا ہوا ہے۔ اور مقدمہ کی تاریخ سماعت ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۲ء مقرر ہے۔ شاہ کجکلاہ نے اپنے زمانہ سیاحت پیرس میں اسی شہر کے اخباروں کے ٹکڑے جمع کر کے دینے والی ایک ایجنسی (نیوز کٹنگ ایجنسی) کو حکم دیا تھا کہ اُنکے سفر یورپ کے متعلق جو کچھ اخبارات میں چھپے انہیں جمع کر کے بھیجدیا جاوے۔ چنانچہ اس ایجنسی نے اپنی خدمات کے معاوضہ کے لئے پانچ سو پونڈ کا بل طہران کو بھیجا جو نامنظور کیا گیا۔ البتہ اسّی پونڈ اس محنت کے عوض میں پیش کئے گئے جو کافی سے بھی زیادہ اُجرت اس کام کی معلوم ہوتی ہے لیکن قاعدہ کی بات یہ ہے کہ اہل یُورپ مشرقی بادشاہوں اور امیروں سے اپنی چیزوں کی قیمتیں نہیں وصول کرتے بلکہ ان کی عزت کے معیار سے دام مانگتے ہیں۔

غرض حضرت شاہ نے نمایش گاہ کے بعض مکانات کو بار بار دیکھا۔ اور پیرس سے رخصت ہونے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن ساتھ ہی سیاحت انگلستان کا قصد چھوڑ دیا۔ کیونکہ وہاں بوجہ ماتم خاندان شاہی کے اب ان کی آؤبھگت میں دربار انگلستان کو کچھ تکلیف

ہوتی - ورنہ آپکی سیاحتِ انگلستان کا جو پروگرام قرار پاچکا تھا وُہ انگلستان کے ایک اخبار نے حسب ذیل شائع کیا تھا :-

۱۰- اگست ملکہ معظمہ انگلستان سے قصر آسبورن میں مُلاقات -

۱۱- اگست لارڈ میئر لنڈن کا شاہ کی خدمت میں قصر بکنگھم میں حاضر ہونا - سفارتخانہ ایرانی میں ایک ریسیپشن - اور کرسٹیل پیلس کی سیر کہ جسکی شاہ ناصر الدین شہید نے اپنے سفرنامہ میں بہت تعریف لکھی تھی -

۱۲- قصر ونڈسر دیکھنا -

۱۳- پرنس آف ویلز کے ساتھ کھانا کھانا اور ایلڈر شاٹ سلاح خانہ میں ایک فوجی ریویو دیکھنا -

۱۴- سپٹ ہیڈ میں رودبار انگلستان کا بیڑہ جہازات دیکھنا -

۱۵- ۱۶- مانچسٹر کے کارخانے دیکھنا -

۱۷- لنڈن کو واپس آنا -

۱۸- برائٹن کو لنڈن سے روانہ ہونا -

۲۰- سلاح خانہ وولچ کا معائنہ کرنا -

۲۱- ڈوور کے میئر سے مُلاقات کر کے انگلستان سے رخصت ہونا - لیکن یہ پروگرام عمل میں نہ آسکا - اس سے پیشتر شاہ کے والد بزرگوار نے انگلستان کے دو مرتبہ ۱۸- جون ۱۸۷۳ء اور یکم جولائی ۱۸۸۹ء میں سیاحت کی تھی - اور اب آپ کی زیارت کے بھی اہلِ انگلستان بہت مشتاق تھے - لیکن آپنے دربار انگلستان سے معذرت کر کے پروگرام بدلدیا - پیرس سے آپکی روانگی کی تیاریاں اُسی شان و شوکت سے کی گئیں جیسی کہ داخلہ کے وقت تھیں - شاہی سواری شام کو شاہ بلجیم کی برسلز سے بھیجی ہوئی سپیشل ٹرین پر آسٹینڈ پہنچی - جہاں شاہ بلجیم کی طرف سے جنرل ناسس افسر توپخانہ اور افسر رسوم مُلاقات

کے ساتھ سفیر ایران جواد خان معہ دیگر ارکان سفارتخانہ استقبال کو حاضر تھے - قصبہ آسٹینڈ اس تقریب پر خوب سجایا گیا تھا - اور استقبال کے رسُوم بڑی گرمجوشی سے ادا کئے گئے - یہاں ٹھہرنے کے زمانہ میں ایک انگریزی اخبار کے نامہ نگار نے آپ کی کھڑے کھڑے پانی پینے کی تصویر کھینچی - اور وُہ لکھتا ہے کہ حضرت شاہ یہ اپنی تصویر مجھ سے دیکھ کر بہت خوش ہُوئے - وُہ یہ بھی لکھتا ہے کہ اس چاندی کی چینک میں چاء نہیں تھی - بلکہ شاہ موصوف کا دلپسند برفاب تھا - ایک خادم ہر وقت یہ برتن حاضر رکھتا تھا اور شاہ اِسے اکثر طلب فرماتے تھے - آسٹینڈ میں کچھ مُدت آرام کر کے ۲۴- اگست کو برسلز پہنچے - اور شاہ لیوپولڈ کیطرف سے استقبال کیا گیا - برسلز میں اعزاز شاہ میں شاہ بلجیم کیطرف سے دربار ریسپشن اور ضیافتیں دُھوم دھام سے ہوئیں - برسلز سے ہالینڈ میں تشریف لیگئے - اور وہاں سے پانی سے علاج کرانے کے لئے مقام ماریناباد میں گئے - جہاں کچھ مُدت معالجہ کے لئے استراحت فرمائی - اِس عرصہ میں پرنس پالی فرتیجہ نے ایک دعوت دی - شاہ نے پرنس کے بعض اقارب کو ایرانی تمغے اور دیگر ہدیئے عطا کئے - بہت اچھی طرح سے آرام اور صحت حاصل ہو چکنے کے بعد وہاں سے ۲۰ ویں ستمبر کو شہنشاہ آسٹریا کی بھیجی ہُوئی

شاہ کجکلاہ بمقام آسٹینڈ چاندی کی چاء پوچی سے پانی پیتے ہیں

سپیشل ٹرین پر سوار ہو کر ویانا پہنچے۔ جہاں شہنشاہ و ولیعہد آسٹریا اور دیگر اکابر نے استقبال کر کے محل ہافبورگ میں ٹھہرایا۔ اسی شام کو شاہ عالیجاہ کی شرف میں ایک بڑی دعوت شہنشاہ نے دی۔ ۲۱۔ تاریخ کو حضرت شاہ نے شہنشاہ اور ولیعہد کو ملاقات بازدید دینے کے علاوہ سفرائے دول غیر کو بھی قبول فرمایا۔ اسی شام کو قصر ہافبورگ میں ایک شاندار دعوت اور شاہی تھیٹر میں ایک بال (ناچ) دیا گیا۔ ۲۲ کو شہر ویانا اور وہاں کے عجائب خانے دیکھنے کے بعد شہنشاہ فرانسس جوزف کے قصر میں طعام تناول فرمایا۔ اور محل شاہی کے تھیٹر میں تماشا دیکھا۔ ۲۳ کو چڑیا گھر دیکھا اور شون برون میں طعام تناول کیا۔ اس رات کو حضرت شاہ کے اعزاز میں شہر میں روشنی کی گئی۔ ۲۴۔ کی صبح کو تمام مراسم اعزاز کے ساتھ ویانا سے رخصت ہوئے۔ اور اسی شام کو سات بجے بوڈاپسٹ صدر مقام ہنگری میں آ پہنچے۔ جہاں سٹیشن پر آرچ ڈیوک جوزف اور کونٹ پریسیڈنٹ چیمبر اور دیگر امراء و ارکان نے استقبال کیا۔ ۲۵ کو حضرت شاہ نے نئی پارلیمنٹ کے مکان۔ زیر زمین ریل۔ تجارت وغیرہ کے عجائب خانے دیکھے۔ اور بعد ظہر قصر ہافبورگ کا معائنہ کیا۔ اور شام کو ضیافت سے فارغ ہو کر اوپیرا کا تماشا دیکھا۔ ۲۶ کو اسلحہ بنانے کا کارخانہ عجائب خانہ قومی اور جزیرہ مارگریٹ دیکھا۔ یہ جزیرہ شہر بوڈاپسٹ کے دونوں حصوں کے مابین دریائے ڈینیوب کے اندر نہائت خوش فضا واقعہ ہے اور راقم حروف نے بھی یہاں کا سیر کر کے بڑا لطف حاصل کیا تھا۔ شام کو پارک کلب کی طرف سے ایک ضیافت دی گئی۔ حضرت شاہ پسٹ میں تین روز اقامت فرما کر مراسم مخصوصہ کے ساتھ ۲۷ ستمبر کو وہاں سے مرخص ہوئے۔ اور اسی روز دس بجے شام کو بلگریڈ پایہ تخت سرویا میں پہنچ گئے جہاں حضرت سلطان المعظم کی بھیجی ہوئی ایک استقبالی سفارت معہ قسطنطنیہ کے ایرانی سفیر اور ارکان سفارتخانہ کے علاوہ شاہ سرویا کے افسروں کے استقبال کے لئے حاضر تھے۔ شاہ سرویا کی درخواست پر حضرت شاہ نے وہاں قیام

فرمایا۔ سرویا کے باجے نے آہنگ ایرانی بجایا۔ شاہ و ملکہ سرویا خود پایہ تخت میں نہ تھے۔ اس لئے خاص وزیر شاہ نے معہ دیگر افسران محل شاہی کے شاہ کی طرف سے فرانسوی زبان میں حاضر نہ ہو سکنے کا عذر کیا۔ شاہ کجکلاہ شاہ سرویا کو سلام بھیجکر اور ایرانی سفیر کا سلام لیکر ترکی افسروں کی جانب متوجہ ہوئے۔ غالب آفندی تشریفاتچی مسافر اجنبیہ خارجیہ فریق احمد علی پاشا یاور سلطانی و سر کمسری راہ آہن شرق۔ و اسعد بیگ آفندی افسران ٹرکی کی جانب حضرت شاہ نے توجہ کی۔ غالب بیگ آفندی نے مناسب آداب کے بعد حضرت سلطان ٹرکی کی طرف سے سلام پہنچایا اور عرض کی کہ سلطان المعظم نے آپ کے لئے خاص ٹرین بھیجی ہے۔ حضرت شاہ نے ترکی زبان میں جواب دیا کہ میں سلام سلطانی کا بڑا ممنون ہوں اور اُن کی ملاقات کا مشتاق ہوں۔ پھر سفیر عثمانی فتحی پاشا نے عرض کیا کہ میری عین خوش نصیبی ہے جو مجھے مہمان خاص سلطان اعظم کی خدمت میں حاضر ہونے کی عزت حاصل ہوئی۔ اور کہ آپ بالصحت والعافیت قسطنطنیہ میں وارد ہوں سٹیشن بلگریڈ برقی روشنی سے بقعہ نور بنا ہوا اور شیر و خورشید کے نشان سے آراستہ تھا۔ شب ٹرین ہی میں بلغراد میں آرام فرمایا۔ اور صبح کو گاڑی روانہ ہوئی۔ اور ۲۹ کی شب کو دس بجے حدود بلگیریا میں پہنچی۔ لشکر بلغارستان نے تمام مراسم احترام معہ سلامی و موسیقی وغیرہ کو ادا کیے اور زندہ باش امپیراطور اعظم ایران کے نعرے لگائے۔ یہاں علاوہ سلطانی افسران کی استقبالی جماعت کے پرنس بلگیریا کے افسر بھی مرحبا کہنے کو موجود تھے۔ اور پرنس بلگیریا کی خاص ریل گاڑی ہمراہ لائے تھے۔ رسوم سے فارغ ہو کر شاہ اسمیں سوار ہوئے۔ اور صوفیہ تک اسی میں مسافت طے کی۔ جہاں پرنس بلگیریا معہ تمام اعلیٰ افسران ملکی و ملکی کے حاضر تھا اور مسلمانوں اور عیسائیوں کی جماعتیں یکجا جمع تھیں۔ چنانچہ بڑی شان سے استقبال کی رسیم ادا ہوئی۔ اور اسی طرح مصطفےٰ پاشا میں افسران عسکری و ملکی عثمانی سے رسوم اعزازی ادا کیں۔ اور یہاں سے سیدھے شاہ کی سواری ایڈریانوپل یعنی ادرنہ قلمرو دولت عثمانیہ میں پہنچی کہ جہاں حضرت سلطان کی خاص توجہ سے شاہی مہمانداری اور عزت افزائی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا گیا

قسطنطنیہ میں ورود اور سلطان المعظم سے ملاقات

۲۹ ستمبر کو ۱۱ بجے اعلیحضرت شاہنشاہ ایران ایڈریانوپل کے اسٹیشن پر پہونچے۔ جو قلمرو عثمانی میں مشہور مقام ہے۔ اسٹیشن پر ایرانی اور عثمانی جھنڈے لہرا رہے تھے۔ اعلیٰحضرت سُلطان نے شاہ کے خیر مقدم کے لئے ایڈریانوپل کو جو جماعت سفارت روانہ کی تھی وہ شاہ کے استقبال میں کھڑی تھی۔ والی اور [illegible] پاشا اور تمام ملکی اور فوجی حکام اور رؤسا شہر شاندار وردیوں میں تمغے لگائے [illegible] موجود ہے۔ ریل کے دونو جانب پیادوں اور سواروں کی صفیں استادہ تھیں۔ شاہ کی گاڑی کے پہنچتے ہی عثمانی بینڈ نے شاہ کی سلامتی کا راگ گایا۔ اور افواج عثمانیہ نے سلامی کی رسم ادا کی۔ ۲۱ توپیں سر ہوئیں۔ ظل الٰہی ۱ منٹ کے بعد گاڑی سے باہر جلوہ افروز ہوئے۔ اور حاضرین کا معائنہ فرمایا۔ پھر اسٹیشن سے نکل کر قشلہ عسکری (چھاؤنی) کو جو کہ پاس ہی ہے تشریف لے گئے۔ اور بعدہٗ محکمہ حربیہ میں جو کہ اسوقت

دولتلو طرخان پاشا رکن شوراے دولت علیہ جو شاہ شہنشاہ پناہ کے استقبال کے لئے مقام ایڈریانوپل میں مامور تھے۔

خوب آراستہ کیا گیا تھا۔ وارد ہوئے۔ یہاں رعایا ے ایرانی کے بھی کچھ لوگ زیارت کو حاضر تھے۔ ان میں سے سات منتخب اشخاص نے کہ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک

گلدستہ تھا شرف خاکبوسی حاصل کیا۔ باوجودیکہ آپ کے ہر طرف گلوں کے انبار لگے تھے۔ محض دل رکھنے کی راہ سے اس گلدستے کو کئی بار ناک سے لگایا اور پھر وزیر اعظم کے حوالے کر دیا۔ اور ایرانیوں کو اشارے سے پاس بُلا کر اُن کی مزاج پرسی کی۔ اس کے بعد رسم قواعد فوجی کا ریویو دیکھا۔ اور وہاں سے لوٹ کر حضرت شاہ گاڑی میں سوار ہوئے اور حکم دیا کہ تیمور داش تک گاڑی آہستہ آہستہ چلائی جائے۔ اس حکم سے یہ فائدہ ہوا کہ ریل کی سڑک پر جو ہزاروں بندگان خدا شاہ کی زیارت کو آئے تھے دیدار سے مشرف ہوئے۔ راستے میں پل مرعش سے اسٹیشن تک جابجا شیر و خورشید اور ماہ و ستارہ کی جھنڈیوں سے اور چراغان کی تجلّی سے عجب کیفیت نمودار تھی۔ ۳ بجے مقام مخصوص میں ادائے صلوٰۃ اور تناول طعام میں مصروف ہوئے۔ اور بعد از فراغ ریل میں سوار ہو کے ۵ بجے بجانب اسلام بول تشریف فرما ہوئے۔

جب شاہ کی آمد کا تار ایڈریانوپل سے پہونچا تھا تو اعلیٰ حضرت سلطان المعظم نے تار کے ذریعے اُنکا خیر مقدم کیا تھا۔ اور شاہ نے سلطان کا شکریہ ادا کیا تھا۔ سلطان المعظم کے سلام کو اس موقع پر سفیر کبیر ایران مرزا محمود خاں کی اجازت سے طرخان پاشا اور شاکر پاشا مشیر ارکان حرب نے شاہ کی خدمت میں عرض کیا تھا۔ اور چونکہ اُنھوں نے عرض کیا تھا کہ بہت سے دیگر اعلےٰ فوجی افسر مثل عارف پاشا احمد پاشا کمال پاشا حسنی پاشا راغب بک شکری پاشا فواد پاشا عاقا پاشا و نائب مفتی و مامورین صوبہ شاہ کی انتظار میں یہاں حاضر ہیں۔ اس لیے ظل آلٰہی نے وہاں اُتر کر ان تمام افسروں کو انٹروڈیوس کیے جانے کی اجازت دی تھی اور اس خدمت کو شاکر پاشا نے انجام دیا تھا۔ شاہ جمجاہ جب رات کے ساڑھے چھ بجے ایڈریانوپل سے روانہ ہوئے تھے تو اسٹیشن پر جو استقبالی جماعت موجود تھی اس نے دوبارہ وہی مراسم احترام ادا کیے تھے۔ جو آپ کے قدوم کے وقت ظہور میں آئے تھے۔ راستہ میں ہر اسٹیشن پر افسران مقامی کو

استقبالاً حاضر رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ شاہی ٹرین کے آگے آگے چوتھائی میل کے فاصلے پر ایک اور ٹرین بھی روانہ ہوئی تھی۔ جس میں طرخان پاشا۔ شاکر پاشا اور باقی ملکی اور فوجی افسر جو استقبال کے لئے حدود ہنگری۔ اور ایڈریانوبل سو آئے تھے سوار تھے۔ اس ٹرین کے آگے جانیکا یہ مطلب تھا کہ ریل کا رستہ صاف کرتی جائے۔ شاہ کی خاص ٹرین کا انتظام پر بڑے بڑے ریلوے افسر بلکہ خود الیشہن ورمیلیا ریلوے کا ڈائرکٹر موجود تھا۔

شاہ کے چکمجہ اسٹیشن پہونچنے سے پیشتر سلطان المعظم کے حکم سے بہت سے اعلیٰ افسر استقبال کے لئے اسٹیشن پر موجود ہو گئے تھے اور عین جسوقت ٹرین پہنچی اس سٹیشن پر فوج نے شاہ کو سلامی دی اور جواد بیگ اور چند اور معزز ترکوں نے بعد از اجازت ٹرین میں داخل ہو کر شاہ کی قدمبوسی حاصل کی اور ۲ منٹ میں واپس آگئے۔ اس کے ایک منٹ بعد ٹرین یہاں سے روانہ ہوئی۔

اگلے دن پانچ بجے یکم اکتوبر کو شاہی گاڑی سے آگے چلنے والی گاڑی موضع مقری کوئی میں موقف خاص پر پہونچی۔ اور اس گاڑی کے تمام اعلیٰ و ادنیٰ افسر اُتر کے صف بستہ اسٹیشن پر کھڑے ہو گئے۔ یہ سٹیشن مضافات قسطنطنیہ میں اصل شہر سے چھ سات میل کے فاصلہ پر ہوگا۔ شاہ کی ٹرین جس میں درجہ اوّل کی ۱۱ گاڑیاں تھیں ساڑھے پانچ بجے صبح (ترکی وقت ہو کہ طلوع آفتاب کے بعد ایک بجے سے شمار کرتے ہیں) مقری کوی پہونچے اور وہاں سے آہستہ آہستہ موقف خاص کو جو کہ محض شاہ کی ٹرین کے قیام کے لئے تیار ہوا تھا روانہ ہوئی۔ اسوقت ہزارہا تماشائی جو صبح سے کئی ریل گاڑیوں میں سوار ہو کر استنبول سے یہاں آئے تھے اور جنمیں راقم حروف بھی موجود تھا ٹرین کے آنے کے منتظر تھے۔ یہ موقف خاص پارچہ بافی کے سرکاری پتلی گھر کے پیشگاہ میں تیار کیا گیا تھا۔ اس کی آراستگی عجب دلفریب تھی۔ ریل کی سڑک کے کنارے پر ساحل سمندر کی جانب ایک چبوترہ ۱۰۰ میٹر لمبا اور ۴۰ میٹر چوڑا بنایا گیا تھا جس کے چاروں طرف ایک خوشنما

پردہ تھا اور ہر قدم پر ایک ستون استادہ تھا۔ ہر ستون پر ایک جھنڈی ماہ و ستارہ کی لہرا رہی تھی۔

پیشگاہ کے سامنے جہانتک شاہ جمجاہ کی سواری کے لئے گاڑی کھڑی تھی گراں بہا غالیچوں کا فرش بچھا ہوا تھا۔ موقف کے دونوطرف سوار اور پیادوں کی صفیں کھڑی تھیں جوں ہی کہ شاہ کی سواری موقف مخصوص میں پہنچی عثمانی بینڈ نے مظفر مارچ بجانا شروع کیا۔ اور فوج نے سلامی دی۔ توفیق پاشا (وزیر خارجہ) اور چند اور معزز پاشا شاہی زیارت سے مشرف ہوئے اور عرض کیا کہ اعلیٰ حضرت سلطان نے جو خاص جہاز شاہ کے لئے روانہ فرمایا ہے وہ تیار ہے۔ شاہ ریل سے اُتر کر ملازمان بارگاہ کے ہمراہ گاڑی پر سوار ہوئے اور لنگرگاہ کو تشریف لیگئے۔ یہ مقام بھی ہر دو سلاطین کے مخصوص جھنڈوں سے آراستہ و پیراستہ تھا۔ شاہ خود ہشت جفتہ سُلطانی جہاز میں اور ملازمان رکاب اور افسران استقبال قمر اور رہبر اور دیگر (سٹیم لوٹوں) میں سوار ہوئے۔ انکے علاوہ اور بہت سے پنج جفتہ جہازوں میں ایرانی و ترک افسر سوار ہو کر قصر یلدز کو روانہ ہوئے اسوقت دریا کی سطح عجب نظر فریب تھی۔ کیونکہ علاوہ سلطانی جہاز اور آگبوٹوں کے ۷ جہاز اور ۳۰ کشتیاں ایسی تھیں جنمیں صرف ایرانی استقبال کو آئے تھے اور ان میں سے ہر ایک میں بینڈ باجا موجود تھا۔ کمپنی خیریہ سے جو جہاز (نواثر) عاریتاً لیا گیا تھا اس میں بڑے بڑے ایرانی تجار تھے۔ جہاز پر سوار ہوتے وقت سُلطانی منشاء کے مطابق شاہی جلوس کا فوٹو لیا گیا۔ توفیق پاشا وزیر خارجہ اور جاوید بیگ یاور سلطانی حضور شاہ کی معیت میں بیٹھے اور اسی طرح دیگر امرا اور وزرا دوسرے جہازوں میں درجہ وار بیٹھ گئے۔ شاہی سٹیمر پر ایرانی بحری درفش (جھنڈا) جسکے اطراف قرمزی ہیں اور گوشوں پر چار مثلث ہیں اڑایا گیا تھا۔ شاہ جب جہاز سے اُتر کر گاڑی میں سوار ہو کے باغ یلدز کو روانہ ہوئے تو اُنکے پیچھے ملازمین رکاب اور مستقبلین کی ۱۸ گاڑیاں تھیں۔ سرراہ افواج عثمانیہ نے جو اسوقت ہر طرف صف بستہ کھڑی تھیں

سلامی دی۔ شاہ اُسی نئے راستے سے جو محض ان کے لئے تازہ بنایا گیا تھا تشریف لیگئے۔ جب قصر یلدز کے دروازے پر پہنچے تو سلطان المعظم قصر عالی سے باہر تشریف لائے اور باغ میں اعلیٰحضرت شاہ کو گاڑی سے اُتارا اور اسلام کے دو بادشاہ خدائے تعالےٰ کے عین فضل و کرم سے آپس میں بغلگیر ہُوئے۔ اس قرانُ السّعدین کے بعد

خلیل رفعت پاشا مرحوم سابق صدر اعظم ترکی جو اورنہ کو تی کی گودی پر شاہ شہامت پناہ کی رسم استقبال کیلئے موجود تھے

دونوں سلاطین نے اپنے اپنے معزز افسروں کو ایک دوسرے سے انٹروڈیوس کرایا۔ بعدہ

۱۰ منٹ آرام کیا۔ پھر دونوں بادشاہان اسلام ایک گاڑی میں بیٹھ کر اس محل کو تشریف لے گئے جو محض شاہ جمجاہ کے قیام کے لئے قصر یلدز کے اندر تازہ تعمیر ہُوا تھا۔ یہ مقام یہاں سے نصف فرسخ پر ہوگا۔ سرِ راہ ہر دو جانب عثمانیہ فوجیں صف بستہ کھڑی تھیں محل مذکور میں پہنچکر اول دونو بادشاہوں نے اپنے اپنے مقام پر استراحت کی بعدہ ملاقات بازدیدگی اور اعلیٰحضرت سُلطان نے اپنے دستِ مُبارک سے ایران کے صدرِ اعظم آقائے مرزا علی اصغر خاں کے سینے پر نشانِ امتیاز آویزاں کیا اور پھر شاہ کجکلاہ کی ہر افسر کو علیٰ قدر مراتب تمغہ عطا کئے۔ ان رسموں کو انجام پانیکے بعد شاہ جمجاہ اپنے آرامگاہ میں تشریف لیگئے

۲۰ جمادی الآخر پیر کی رات کو شاہ کی دعوت کا سامان ہُوا۔ شاہ قصر عالی سے ایک بجے اعلیٰحضرت سلطان کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ اعلیٰحضرت سلطان نے انکا استقبال کیا۔ ایک بڑے ہال میں شاندار دعوت دیگئی جو کہ قسم قسم کے گل بوٹوں سے اور سامانِ آرائش مثل جھاڑ فانوس سے آراستہ تھا۔ اثنائے خورونوش میں عثمانی بینڈ باہنگ مظفری مہمانوں کو محظوظ کرتا رہا۔ کھانے کی مستطیل میز کے ایکطرف صدر مقام پر اعلیٰحضرت شاہ رونق افروز تھے اور انکے دائیں طرف اعلیٰحضرت سُلطان۔ پھر صدر اعظم ایران میرزا علی اصغر خاں اور شاہ کے دوسری طرف صدر اعظم عثمانی خلیل رفعت پاشا تشریف رکھتے تھے۔ انکے علاوہ بائیں طرف سے دائیں طرف تک تمام اعلیٰ افسرانِ دولت عثمانیہ و قاجاریہ تشریف رکھتے تھے۔ لیکن سب سے قریب شہزادگان حضرت سلطان المعظم محمد سلیم آفندی۔ توفیق آفندی۔ عبد القادر آفندی۔ احمد آفندی اور بُرہان الدین آفندی بٹھلائے گئے تھے۔ اور ان کے بعد ایرانی اور ترکی اعلیٰ افسروں اور غیر دولتوں کے سفیروں کا نصف دائرہ تھا جنکے ناموں کی فہرست اس روز کے سب روزانہ ترکی اخبارات نے میچ کی تھی۔ اس کتاب میں نقل ہونے مشکل ہیں۔ محض شاہ ایران کی خوشنودی مزاج کے لئے سرائے یلدز اور اُس کے تمام باغوں اور

عمارتوں کو اِس خُوبی سے روشن کیا گیا تھا کہ یہ وسیع محل ایک بُقعۂ نور معلوم ہوتا تھا
اور تمام درختوں کو سرتاپا فانوس اور قندیلوں سے منوّر اور مزیّن کیا گیا تھا۔ اور
ہر طرف آتشبازی کی چیزیں چھوڑی گئی تھیں۔ سُلطان المعظم نے حضرت شاہ کو یلدز
کے تمام کوچوں میں لیجا کر چراغان کی سیر کرائی۔

وضلو توفیق پاشا وزیر خارجہ وحجبہ ٹرکی جو اورنہ کوی پر رسم استقبال شاہ کجکلاہ کے لئے مامور تھے

گو شہر استنبول میں اور مقامات میں بھی روشنی اور آرائش کی گئی تھی۔ مگر ایرانیوں
نے تو دل کھول کر روشنی اور آرائش پر روپیہ صرف کیا تھا۔ اور شاہ کی آمد پر جاموں میں پھولے
نہیں سماتے تھے۔ سفارت خانہ ایران میں روشنی اور آرائش کا خاص اہتمام کیا گیا تھا۔

اور طاق مظفری گیس سے روشن کیا گیا تھا۔ سفارتخانہ کے ہر چہار طرف زنگارنگ کے
فانوس روشن کئے گئے۔ محکمہ سفارت کے پاس آقا مرزا علی نے فرش فروش سے اپنے جلوخانے
کو خوب روشن کیا۔ آقا مشہدی تقی تاج تبریزی نے اپنے مکان کو جو اسی نواح میں ہے
بڑے شوق سے منوّر اور مزیّن کیا اور کئی رات تک مسافرین کو مفت چائے۔
سگار۔ قلیان اور غذا کی تواضع کرتا رہا۔

آقا سید حسن و سید حسین تاجرانِ حنا فروش نے اپنے گھر کو اوّل درجہ کی آرائش
دی اور شیر و خورشید اور ماہ و ستارہ کے عَلَم گھر کے چاروں کونوں پر بلند کئے
شاہ کی آمد سے روانگی کے دِن تک ایرانیوں کے یہاں ہر رات چراغان اور
موسیقی کی کیفیت رہی۔ اہل شہر مسافروں کو قلیان اور شربت پلایا گئے۔
اسی طرح حاجی محمد تقی۔ حاجی رضا تاجران دیلمقانی حاجی علی اصغر تاجر خوئی۔ آقا
عبد الہادی۔ حاجی محمد آقا نے اپنے گھروں اور سراؤنکو منوّر کیا۔ خان والدہ جو ایرانی
سوداگروں کے ٹھہرنے کی سرائے ہے معمول سے زیادہ آراستہ اور روشن کیگئی۔
خان جعفریہ بھی جو کہ حاجی علی اکبر آقا غفار کی سرائے ہے خوب منوّر کی گئی اور مالکان
سرائے نے ان چار راتوں میں ۲۰۰ لیرہ (پونڈ) عثمانی صرف کئے۔ مختصر یہ کہ اسلامبول
میں جہاں جہاں ایرانی موجود تھے اُنہوں نے خوب خوب اپنے گھروں کو روشن کیا۔
اور برابر اُنکے ہاں گاجا باجا بجتا رہا اور مسافروں کی تواضع جاری رہی۔

جریدۃ الصباح رقمطراز ہے کہ دولت قاچار کے پہلے بادشاہ مرحوم آغا محمد شاہ
نے سلطنت حاصل کر کے پہلا کام جو کیا وُہ یہ تھا کہ سلطنت عثمانیہ سے اتحاد قائم کرے
اس بادشاہ کے بعد جب مرحوم فتح علی شاہ مسند آرائے سلطنت ہوا تو اُس نے بھی
اپنے باپ کی تقلید کی اور رابطہ وداد کو زیادہ مستحکم کیا۔ سلطان کی طرف سے
اِسی اتحاد کو قائم رکھنے کے لئے عبد الوہاب آفندی سفارت ایران پر بھیجا گیا تھا اور

شاہ کی طرف سے بھی اِسی لئے محب علی خاں نامی سفارت عثمانی پر بھیجا گیا تھا۔

دولتلو سعید پاشا رئیس شوراے دولت عثمانیہ حضرت شاہ کی رسم خوش آمدید پر مامور۔

فتح علی شاہ کے بعد اُس کے پوتے محمد شاہ مرحوم نے بھی اس اتحاد کو بڑھانے میں کوتاہی نہ کی۔ اس وقت سے ابتک برابر دونوں سلطنتوں میں رسل و رسائل تحف و تحائف کا سلسلہ جاری ہے حتّٰی کہ اسی قدیم تعلّق کو مستحکم کرنے کی غرض سے مرحوم ناصر الدین اور اعلیٰحضرت مظفر الدین نے اسلامبول کو اپنی تشریف آوری سے مشرف کیا ہے۔ افسوس ہے کہ اس مختصر بیان میں ترکی اخبارات سے زیادہ حالات درج کرنے کی گنجائش نہیں کہ شاہ موصُوف کی استنبول میں کیسی پُرتکلف آؤ بھگت کی گئی۔ شاہ کی سواری دو مرتبہ شہر میں کس شوکت اور تیاری سے نکلی۔ شاہ کھلی گاڑی میں بیٹھے تھے۔ اور ترکی اور ایرانی امرا و وزرا کی سواریاں ترتیب وار آہستہ آہستہ پیچھے چلتی تھیں۔ کس طرح حضرت شاہ نے قسطنطنیہ کے دبستانِ ایرانیاں کا معائنہ کیا۔ کس طرح حضرت سُلطان نے اپنے مہمان خاص کے خوش کرنے کے لئے اُنکی خاطر

مدارات کی اور دونو ہمسایہ مسلمان سلطنتوں کے دوستانہ تعلقات کو مضبُوط کیا۔ کس طرح ہر صبح ترکی اخبار ”مہمان خاص الخاص حضرت سلطانی“ کی سُرخی کے نیچے صفحوں کے صفحے نقل و حرکت روزانہ کے درج کرتے تھے۔ البتہ یہ کوئی نہیں بیان کر سکتا تھا کہ دونو سلاطین کی تخلیہ میں کیا کچھ باتیں ہُوئی ہیں۔ کیونکہ قسطنطنیہ کے اخبارات کو کوئی ایسی بات لکھنے کی اجازت نہیں۔ غرض بہت خوش اور محظوظ ہو کر شاہ ایران اور اُنکے ارکان سلطنت استنبول سے اپنے ملک کو روانہ ہُوئے۔

قسطنطنیہ کے بعض اخبارات میں شاہ کی خصوصیت سے فارسی زبان میں بھی چند نظم اور نثر کے مضمُون چھپے۔ جن میں سے دو تین بجنسہ آخر کتاب میں بطور ضمیمہ منسلک کئے جاتے ہیں۔ سلطان المعظم کے اپنے مہمان عزیز کے استقبال کے لئے قصر یلدز سے باہر نہ جانے کی نسبت حبل المتین میں جو وجہ چھپی ہے وُہ حسب ذیل ہے:۔

سلطان کے بنفس نفیس استقبال نہ کرنے کے لئے دو وجوہ بیان کیجاتی ہیں عثمانیوں کا تو یہ قول ہے کہ سُلطان کو اپنی حفاظتِ جان کا بڑا خیال ہے۔ کیونکہ مرحوم سُلطان عبد العزیز اور سُلطان مراد کے ساتھ جو معاملہ ہو چکا ہے وُہ انکے دِل پر نقش ہے ارمنیوں کی طرف سے بھی انکو اندیشہ ہے۔ علاوہ ازیں وُہ جانتے ہیں کہ جس روز سے اُنہوں نے تختِ عثمانیہ پر قدم رکھا ہے۔ یوُرپ کے کئی بادشاہ اور پریزیڈنٹ ایک نئے فرقے انارکسٹ کی دست درازی کا شکار ہو چکے ہیں۔ انہیں وجُوہ سے اعلیٰ حضرت سلطان نے بتوسط سفیر کبیر ایرانی اعلیٰ حضرت شاہ سے دوستانہ درخواست کی تھی کہ وُہ سلطان کو جہاز تک استقبال کرنے کی اجازت نہ دیں اور نہ انکو یلدز کو تک سے باہر آنے کی تکلیف دیں۔ مبادا چشم زخمِ روزگار سے سُلطان کو ضرر پہنچے قیصر جرمنی نے جب قسطنطنیہ آنے کا ارادہ کیا تھا تو سلطان المعظم نے انکے استقبال کے لئے خاص راستہ بنائے جانے کی کوشش کی تھی لیکن وُہ قیصر کی آمد کے وقت تک انجام تک

نہ پہنچ سکا۔ناچار سلطان کو سرائے دولمہ باغچہ میں استقبال کرنا پڑا۔یہ محل۔سرائے یلدز سے دُور نہیں ہو۔ اور بقول اسی اخبار کے ایک معتبر جرمن کا بیان ہے کہ سُلطان نے جہاز تک استقبال کرنا پہلے قبول کر لیا تھا۔لیکن جب شاہ وارد ہُوئے تو عذر کیا اور وزیر خارجہ توفیق پاشا اور رئیس شوریٰ سعید پاشا کو اپنی طرف سے روانہ کر دیا تھا۔جب شاہ باغ یلدز کے دروازے پر آئے تو اعلیٰ حضرت سلطان یلدز کوشک سے باہر آگئے۔

مرزا محمد خان سفیر دولت ایران متعینہ استنبول
بزمانہ تشریف آوری شاہ کجکلاہ مظفر الدین

اور اپنے مہمان عزیز کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی سے اُتارا اور پھر معانقہ کر کے دونو کوشک کو تشریف لیگئے اعلیحضرت سُلطان نے افسوس ظاہر کیا کہ بوجہ بد امنی کے مجھ سے نہ ہو سکا کہ جس طرح میرے عم مرحوم سلطان عبد العزیز نے آپکے پدر بزرگوار مرحوم ناصر الدین شاہ کا استقبال کیا تھا میں آپ کا استقبال کروں۔شاہ نے جواب دیا کہ اگرچہ مجھ پر بھی اکثر بد نہاد حملہ کرنے کی فکر میں رہتے ہیں۔لیکن میں کبھی اس سے دہشت نہیں کرتا اور خدا تعالےٰ کو حافظ و ناصر جان کے جہاں چاہتا ہوں چلا جاتا ہوں۔
معلوم ہوتا ہے کہ اس خلوص اور محبت کی ملاقات میں جو دونوں جانب سے یکساں

تھی شاہ کجکلاہ نے سُلطان المعظم کے ہاتھ کو بوسہ بھی دیا تھا۔اور نظر بحالات یہ بات ذرا بھی عجیب نہیں۔کیونکہ سُلطان المعظم بلحاظ عمر کے بھی حضرت شاہ سے بڑے ہیں۔میزبان بھی تھے۔اور خلافت عظمےٰ کے جانشین بھی ہیں۔لیکن اس بات کو بعض کم ظرف لوگوں نے بڑھانا چاہا۔چنانچہ اخبار سٹینڈرڈ کے مندرجہ ذیل اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا محمد خان سفیر ایران متعینہ استنبول کے عزل کی یہی وجہ قرار پائی ہو۔گو میں اس بات کے باور کرنے کے لئے آمادہ نہیں۔کہ شاہ مظفر الدین جب اپنے بزرگ میزبان کا ہاتھ چوم چکے تھے جو ممالک اسلام میں ایک عام رواج ہو تو اُسکے ماننے میں انہیں کیا مشکل پیش آئی تھی۔ ساتھ ہی اخبار سٹینڈرڈ سے مخفی نہیں کہ یورپین ڈپلومیسی اور سفارتی تدبر کی ابجد ہی اس بات سے شروع ہوتی ہو کہ اپنے مقصد کی تائید کے لئے کوئی حرکت سفیر کے اخلاقی جُرم اور دروغ گوئی نہیں ٹھہر سکتی۔پھر کیا ایرانی سفیر کو ہی اتنی بھاری سلطنت کی ضرورت کے لئے جھوٹ بولنا نہیں آتا تھا۔اگر اتنی سی بات سے اسکی عزت اور ملازمت اور اسکے شاہ کی مرضی قائم رہ سکتی۔بہر حال اخبار سٹینڈرڈ کا وہ اقتباس یہ ہو:—

"کچھ عرصہ ہوا کہ سفیر مذکور کو طویل رخصت عطا ہُوئی تھی۔لیکن یہ کھلا ہوا راز تھا کہ اسکو دوبارہ قسطنطنیہ جانا میسر نہ ہوگا۔چند روز ہُوئے طہران میں افواہ تھی کہ مرزا محمد خاں ولایت کرمان کے گورنر جنرل مقرر ہُوئے ہیں اور سفارت قسطنطنیہ کے چند نائب افیسروں کو بھی انکی ماتحتی میں عہدے ملے ہیں۔اس تمام ردّ و بدل کی اصلی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ جب شاہ کجکلاہ اور سلطان المعظم کی ملاقات ہُوئی تھی۔ تو شاہ ایران نے امیر المومنین کے دست مبارک کو بوسہ دیا تھا۔ترکی اخبار اس واقعہ پر پھولے نہیں سماتے تھے۔کیونکہ اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ حضور سلطان المعظم کی خلافت کو شاہ مظفر الدین نے تسلیم کر لیا ہو۔گویا شیعہ مُسلمانوں کے حکمران نے سُنّیوں کے خلیفہ کو اپنا پیشوا علانیہ قرار دیا۔اس وجہ

سے ایران میں بڑا جوش پھیلا جس سے ایک وقت میں شاہ ایران کے خلاف عُلماء کی زبردست سرکشی کا خوف تھا۔ آخر شاہ ایران نے مرزا محمد خان ایرانی سفیر مقیم قسطنطنیہ کو یہ کام سُپرد کیا کہ یا تو وُہ واقعہ دست بوسی سے قطعی اُنکار کرے یا اُسکو ایسی صُورت میں ظاہر کرے کہ یہ معاملہ ایک معمولی آداب شاہی میں سے تھا جسکو کوئی مذہبی یا پولٹیکل تعلق نہ تھا۔ لیکن مرزا محمد خان کے لئے یہ امر سخت مشکل تھا کہ وُہ ایک ایسے امر واقعی سے جو سر دربار پیش آیا تھا انکار کر سکے۔ اِس لئے مرزا محمد خان سفارت کے منصب سے معزول کئے گئے اور مرزا رضا خان ایرانی سفیر حاضر باش دربار ٹرکی مقرر کئے گئے ہیں جو دس سال تک دربار روس میں سفیر دولتِ ایران رہ چکے ہیں"۔ دوشنبہ یکم اکتوبر کے روز صدر اعظم ایران نے وزرائے ترک وسفرائے دول غیر کے مکانوں پر بازدید کے کارڈ چھوڑے۔

۲۔ اکتوبر بروز سہ شنبہ حضرت شاہ تناول طعام کے وقت اور چسٹرا موسیقی سُنتے رہے جو شرقی اور غربی ترنموں کے امتزاج سے نہائت رُوح افزا انگیز تھی۔ پھر موسیقی عثمانی کے چند مشہور راگ بجائے گئے جو استراوس اور اغز جیسے اُستادان بلند پایہ کے دماغ کا نتیجہ تھے۔ اور نہائت پسند کئے گئے۔ فراغت طعام کے بعد سُلطانی باغات کی سیر فرما کر حضرت شاہ سرکاری کتب خانہ دیکھنے اور عجائبات عتیقہ کا معائنہ کرنے تشریف لیگئے۔ منجملہ دیگر عجائبات کے مشہور خطاط سید عبداللہ آفندی یدی قلہ کا لکھا ہوا قرآن شریف بھی نظر سے گذرا کہ جسکی نہائت تحسین فرمائی۔ اس کے بعد سلطان المعظم سے ملاقات خاص ہُوئی۔ اور پھر کارخانہ چینی سازی و اصطبل عامرہ جو باغ سلطانی میں واقع ہیں معائنہ کئے۔ چینی سازی کے کارخانہ میں تین ایرانی نوجوان کام سیکھ رہے تھے۔ حکم فرمایا کہ اُنہیں ایک ایک تمغہ عطا کیا جاوے۔

پنجشنبہ کو مابین ہمایون یعنے قصر یلدز میں نہائت شاندار دعوت تھی۔ اس میں پہلے وزرا وارکان سلطنت عثمانیہ پھر سفرائے دول غیر حاضر ہُوئے۔ اور پھر سلطان المعظم

تشریف لا کر تھوڑی دیر اپنے مہمان عزیز کا انتظار کرتے رہے۔ جس سے غرض محض مہمان کی عزّت افزائی تھی۔ جب شاہ کجکلاہ کی سواری کی گاڑی قریب پہنچی تو حضرت سلطان اُٹھ کر کمرہ سے باہر نکلے۔ اور اپنے مہمان کا ہاتھ پکڑ کر اُسے گاڑی سے باہر نکالا۔ بائیں جانب حضرت سلطان اور دائیں جانب حضرت شاہ تھے اور اسی طرح چلکر کھانے کی میز تک پہنچے۔ جہاں متعدد اعلےٰ عہدہ داراں دولتیں اور سفرائے دول غیر کے کھانے پر بیٹھے۔ اور ایک دوسری میز پر باقی افسروں نے کھانا کھایا۔ کھانے سے فراغت پاکر ایک علیحدہ مکان میں سوا دو بجے شب (ترکی وقت جو طلوع وغروب کے ایک گھنٹہ بعد ایک بجتا ہے) تک دو سلطان اکٹھے بیٹھے رہے۔ اسکے بعد شاہ رخصت ہُوئے۔ اُنکے اعزاز میں آج مسجد حمیدیہ کے سامنے عام چراغان کی گئی تھی۔ چونکہ دوسری صبح حضرت شاہ کا رخصت ہو جانیکا قصد تھا قسطنطنیہ کے مدرسہ ایرانیاں کی کمیٹی نے حضور شاہ کی خدمت میں مستقل مدد ایک ہزار تومان سالانہ کی درخواست کی جو منظور ہو گئی۔ اور ایک ہزار تومان وہیں دیا گیا۔ اور قریب دو ہزار تومان امرائے ایران نے جو ہمرکاب تھے چندہ دیا۔

شاہ جب استنبول سے باہر نکلے تھے تو لباس سادہ زیب بر تھا۔ صرف کلاہ پر نشان شیر و آفتاب تھا۔ اور شمشیر مرصّع ہاتھ میں تھی۔ راستہ میں ایرانی "بادشاہم چوق یشا" اور باقی سب لوگ پائندہ باش کے نعرے لگاتے تھے۔ رخصت کے وقت دبستان ایرانیاں کے چھ سو طلبا گلوں میں سُنہری جزودان حمائل کئے ہُوئے جن پر "خسروا پائندہ باش" کاڑھا ہُوا تھا۔ شاہ کی آخری زیارت کے لئے موجود تھے۔ اور تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد "خسروا پائندہ باش" کے نعرے لگاتے تھے۔

بمنشائے سُلطانی ذکا بے اور سامی بے جو مشہور ترک فوٹوگرافر ہیں اُنہوں نے مختلف موقعوں پر شاہ کے قیام استنبول کے زمانہ میں جو فوٹوگراف لئے تھے انکا البم خوشنما

تیار کر کے حضور شاہ میں پیش کیا گیا جسے دیکھ کر آپ بہت مسرور ہوئے - اور خواہش ظاہر کی کہ اس کی کچھ اور جلدیں بھی تیار کیجائیں - جو رخصت کے وقت تک تیار ہو کر ہدیہ کی گئیں -

شاہ کجکلاہ نے عثمانی فوج کی تکمیل پر اظہار مسرت کیا اور فرمایا کہ ہمارا بھی ارادہ ہے کہ اسی طریق پر اپنی فوجوں کو مرتب کریں تاکہ ایرانی اور عثمانی دولتیں ایک پایہ کے ہو جاویں - بعض افسران فوجی کو ہم اس مقصد کے لئے طلب کرینگے - چنانچہ کشوف آفندی کیبو کد خدائے بلغارستان مقیم استنبول باجازت پرنس بلغارستان اور موسیو میانو وتچ سفیر سرویا بحکم شاہ سرویا ہمرکاب شاہ ایران کو روانہ ہوئے -

رخصت کے وقت بھی وہی شان و شوکت اور احترام عمل میں آیا جو داخلہ قسطنطنیہ کے وقت تھا - اُسی طرح جہازوں پر سوار ہو کر سواری مقری کوئی کے سٹیشن تک پہنچی طرخان پاشا - شاکر پاشا - شکری پاشا - توفیق بیگ - رضا بیگ اور چند نفر یاوران (ایڈیکانگان) سلطانی سے سٹیشن اورنہ تک ہمراہ رکاب گئے - اور تشریفاتی خارجہ غالب بک اور یاور سلطانی احمد علی پاشا کو حکم تھا کہ اُس سے بھی آگے سٹیشن سلیمین تک ہمرکاب رہیں - اور اس طرح ریل کے راستہ سے سرحد رُوس سے ہوتے ہوئے حضرت شاہ اپنے پایہ تخت کو تشریف لیگئے -

---

سیاحت یورپ کے بعد مالی حالت اور پولیٹکل رسوخ

یہ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ حضرت شاہ اپنے سفر یوروپ سے کس درجہ تک متاثر ہوئے ہونگے - اور اس سفر سے کہ جسپر اُنہوں نے بہت سا روپیہ تحائف اور چیزوں

کے خریدنے اور تمغے دینے میں صرف کیا ہے اپنے ملک کو کیا فائدہ پہنچائینگے - شاہ مظفرالدین کوئی کم عمر نوجوان نہیں ہیں - نہ ناتجربہ کار اور کم لیاقت والی ملک ہیں - اب جبکہ اُنکے ملک کو ضرورت ہے کہ وہ کچھ کام کریں اور وہ کچھ کرنا بھی چاہتے ہیں - تو یقین ہی کہ خداوند کریم ضرور اُنکے ہاتھ سے ایران کی بہتری کے لیے بڑے بڑے کام کرائیگا - شاہ کے ارشاد سے صدر اعظم نے ایک یادداشت مرتب کی ہی جس میں تمام مجوزہ امور اور قوانین منضبط کئے گئے ہیں - سررشتہ تار و سررشتہ تعلیم کی از سر نو اصلاح کی گئی ہے اور فنانشل حالت کی درستی پر بھی غور کیا گیا ہے -

شاہ ناصرالدین مرحوم نے ایک مرتبہ چالیس ایرانی نوجوان بغرض تعلیم یوروپ کو بھیجے تھے - جو وہاں سے واپس آکر ملک کے حق میں بڑے مفید ثابت ہوئے - لیکن چالیس آدمی اتنی بڑی سلطنت کو کیا تعلیم دے سکتے ہیں - اس لئے اب شاہ مظفرالدین

خلیج فارس اور دونوں طرف کا ایرانی و ترکی علاقہ

نے بالفعل دو سو ملکی نوجوانوں کو یورپ کے مختلف ممالک و ٹرکی میں تکمیل تعلیم علمی و فوجی کے لئے بھیجنے کا ارادہ کیا ہی اور اپنی ۴۸ ویں سالگرہ کے موقعہ پر خاندان شاہی وُزرا

وُدُکلا کے پچاس لڑکے پیٹرزبرگ لنڈن پیرس اور قسطنطنیہ کو بھیجدیئے ہیں۔ ساتھ ہی ایران میں کئی چھوٹے مدرسے اور ایک بڑا مدرسہ پایہ تخت میں جاری کردیا ہی۔ جو تدریج ترقی کرکے بڑا کام کرسکتے ہیں۔ شاہ تجارت کی ترقی کی طرف اب متوجہ ہُوئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایرانی بھی کمپنیاں قائم کرکے اہل یورپ کی طرح حرفتی کارخانے قائم کریں۔ چنانچہ اُنکے یوُرپ سے واپس آنے کے بعد اس پہلو میں بھی کچھ کام شروع ہوگیا ہے اور ایک عام بیداری کے آثار نمودار ہیں۔ لیکن ملک کی سڑکیں خراب ہونے کی وجہ سے ابھی باربرداری میں بڑی دقّت ہوتی ہی۔ تاہم سڑکوں کے محکمہ نے بھی اب کان ہلائے ہیں۔ پہلے روس نے رشت سے طہران تک ایک سڑک پر اپنی تجارت کی ترقی کے لئے تین لاکھ پونڈ خرچ کیے۔ جس میں نصف روپیہ گورنمنٹ ایران کا تھا۔ اب طہران سے قزوین تک ۸۰ میل کی سڑک ایم پولیا کوف رُوسی سڑک کا ڈائرکٹر پُختہ بنانے والا ہی۔ اور ایک سڑک جنوب کی طرف انگریزی بینک نے بنائی ہی۔ کیا اچھّا ہو کہ آئندہ کسی سڑک یا کسی ریلوے لائن کا اجارہ حضرت شاہ کسی غیر سلطنت کو نہ دیں۔ بلکہ سرکاری خزانہ سے تعمیر کریں۔ بیشک روپیہ خزانہ میں نہیں ہی اور یورپ سے واپسی کے بعد ایک اَور قرضہ لینے کی ضرورت لاحق ہوئی ہی۔[1] لیکن اگر حضرت شاہ اپنے ملک کے خیرخواہ ہیں تو اور قرضہ کسی سلطنت سے نہ لیں۔ بلکہ اُن بیش قیمت جواہرات سے کوئی ایک یا دو چار بیچ دیں جو اُنکے قلیان یا عصا میں یا کسی اَور چیز میں لگے ہیں اور جو کروڑوں روپیہ کی مالیت کے ہیں۔ اِس سے پہلے جو رُوسی قرضہ گورنمنٹ ایران نے آپ کی سیاحت یوُرپ سے پہلے لیا ہے وُہ ایسی ناگوار شرائط پر لیا گیا ہے کہ اس سے روس کا رسُوخ ایران میں پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گیا ہے۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس قضیہ کا ذکر کردیا جائے جو ستمبر ۱۹۰۱ء میں

[1] مارچ ۱۹۰۲ء میں یہ دوسرا قرضہ بھی روس سے ہی لیا گیا ہے۔

طہران میں پیش آیا ہی۔ ابھی چند روز کی بات ہی کہ انگلستان اور ہندوستان کے اخبارات میں روسی وسائل سے ایک تار برقی چھپی تھی کہ ایران میں ایک ہولناک سازش کا افشا ہوا ہے جو شاہ ایران کے جان کے خلاف کیگئی تھی اور جسکا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اکثر بڑے بڑے ایرانی وزیر معہ صدر اعظم کے قتل یا قید یا جلاوطن کئے گئے ہیں لیکن کچھ روز بعد اس خبر کی تردید ہوگئی۔ حقیقت اس واقعہ کی یہ ہی کہ ایران میں ایک با رسوخ حکّام کی جماعت ایسی بھی پیدا ہوگئی ہی۔ جو ایران کی آئندہ بہتری کی خاطر نہیں چاہتے کہ رُوس کو زیادہ موقعے ایران پر دست درازی کے دیئے جاویں۔ اس جماعت میں کئی بڑے بڑے وزیر اور امیر شامل ہیں لیکن امین السّلطان صدر اعظم آغا میرزا اصغر علی خاں جو ہرچند کہ ایران کا لائق ترین مدبّر ہے لیکن جب سے وہ دوبارہ صدر اعظم مقرّر ہوا ہی ایران میں اس کی نسبت شکائت پیدا ہوگئی ہی کہ وُہ رُوس کی طرفداری کی پالیسی رکھتا ہی اور جو قرضہ ۱۸۹۹ء میں رُوس سے لیا گیا ہی وُہ امین السلطان کے مشورہ سے ہی لیا گیا ہی۔ لیکن اب جبکہ دوبارہ قرضہ لینے کی تجویز ہوئی۔ اور چونکہ پہلی قرارداد یہ ہے کہ جب تک رُوس کا قرضہ ادا نہ کیا جاوے کسی دوسری سلطنت سے سوائے رُوس کے ایران قرضہ نہیں لے سکتا۔ اِس لئے رُوس سے ہی قرضہ لینا پڑیگا۔ تو اس جماعت نے جو رُوسی رسُوخ کے مخالف ہی۔ کیونکہ قرضہ لینے کے بعد شمالی ایران میں رُوسی رسوخ بہت بڑھ گیا ہی۔ سختی سے اس مجوزہ قرضہ کی مخالفت کی۔ اس جماعت میں مہدی خاں وزیر ہمایوں اور حکیم الملک جیسے با اثر اور معزّز وزیر شامل ہیں۔ جبکہ فریق مخالف کی کوئی بات پیش نہ گئی تو وُہ ایک اَور چال چلا۔ یعنے ۵ ستمبر ۱۹۰۱ء کی صبح کو طہران کے تمام بڑے بڑے بازاروں اور قلعہ کی دیواروں پر شکائتی اشتہار چسپاں کیئے گئے۔ ان میں سے بعض میں صاف صاف لکھا گیا تھا کہ صدر اعظم نے ایران کو روس کے ہاتھ بیچدیا ہے۔ اور اب ایرانی ہرگز آزاد قوم نہیں۔ یہ حالت دیکھ کر صدر اعظم

نے حفظ امن کے لئے کاسکوں کی رجمنٹیں جنکے افسر رُوسی ہیں شہر کی گلیوں میں گشت کرنے کے لئے طلب کریں۔ اور حکم دیا کہ کوئی شخص امن عامہ میں مخل ہو تو اُسے زور سے دبا دیا جائے دوسری طرف فریق مخالف کے سرغناؤں سے جب اس کارروائی کا مطلب پوچھا گیا تو اُنہوں نے بلا دھڑک کہدیا کہ ہم قوم کے قائمقام ہیں۔ اور ہمارا فرض ہی کہ ہم رُوسی رُسوخ کو ایران سے کم کریں۔ کیونکہ یہ ہمارے مُلک کے اغراض اور ترقی کے حق میں مضر ہے۔ اور اُنہوں نے اصرار کیا کہ اگر ملک کے موجُودہ محاصل کا اچھی طرح انتظام کیا جاوے تو کسی بیرونی قرضہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

صدر اعظم نے اس موقع پر جواب دینا مناسب نہ سمجھا اور فریق مخالف کے بعض سرغناؤں کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ بعض کو جلا وطن کیا اور بعض کو جسمانی سزا دی۔

وزیر جنگ کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ڈالکر ننگے گدھے کی پیٹھ پر سوار کر کے شہر میں پھرایا گیا۔ خر سوار کر کے پھرانا (جار زدن) ایران میں بڑی ذلت کی بات سمجھی جاتی ہی۔ اور پھر اُسے عام قیدیوں کے جیلخانہ میں بھیجدیا۔ اگر یہ امر واقعی صحیح ہے تو ایران کے سپہ سالار کا کچھ ذکر کر دینا چاہئیے کہ وُہ سلطنت میں کس پایہ کا آدمی ہی۔ نوّاب امیر خاں سپہ سالار اعظم وزیر جنگ سلطان احمد میرزائے عضد اللہ پسر شاہ فتح علیخاں قاچار کا بیٹا ہی۔ اور اس طرح شاہ کجکلاہ کے نہایت قریبی رشتہ داروں سے ہے۔ شاہ ناصر الدین کی خدمت میں مختلف عہدوں پر سرفراز رہا اور اکثر سفروں میں بھی معیت میں رہا۔ چنانچہ پہلے سفر انگلستان میں بھی ساتھ تھا۔ زار نکولس ثانی کی تعزیت کے موقع پر بھی بطور خاص سفیر ایرانی کے اسی کو بھیجا گیا اور مختلف صُوبوں کی گورنری پر متعیّن رہا۔ پھر ملکہ معظمہ مرحُومہ انگلستان کے ساٹھویں سال کے جشن کے موقع پر بھی ایران کی طرف سے نوّاب امیر خاں کو ہی روانہ کیا گیا۔ اور اخیر میں بوجہ لیاقت جنگی اور خدمات پولٹیکل کے وزیر جنگ اور سپہ سالاری افواج کے عُہدہ پہ ممتاز کیا گیا۔ اگر یہی شخص وزیر جنگ

ہے کہ جسے قید خانہ میں بھیجدیا گیا ہے تو یقیناً صُورت حالات ضرور خوفناک ہوگی۔

مہدی خاں وزیر ہمایوں

مہدی خاں وزیر ہمایوں جسکی عمر بیالیس ۴۲ سال کی ہی اور جو شاہ کے سفر یُورپ کے دَوران میں اُنکا چیف ایڈیکانگ تھا۔ اور اس سے پہلے وزارت ڈاک و تار جیسے کئی اعلےٰ عہدوں پر رہ چکا ہے قید کر دیا گیا ہے۔ اور اس کا بھائی جلا وطن کیا گیا ہے۔

حکیم الملک ایک نامور وزیر ہے جو صدر اعظم کا سب سے بڑا حریف اور خلاف رُوس فریق کا بڑا ممبر ہے۔ جبکہ شاہ پر ایک شقی نے پیرس میں جان ستان حملہ کیا تھا تو اِسی شخص نے اس کے ہاتھ سے ریوالور چھینا تھا۔ اس کی عمر بھی بیالیس سال کی ہی۔ اور شاہ کا بڑا مقرب اور رسُوخ یافتہ ہے۔ شاہ نے پیرس سے جو آٹو موبیل گاڑی بڑے شوق سے خریدی تھی۔ اور بڑے شوق سے اس پر سوار ہوتے رہے وُہ حکیم الملک کو استعمال کے لئے دے رکھی ہے۔ جس سے اس کی جانب شاہ کی الطاف کا پتہ ملتا ہے۔

حکیم الملک وزیر دربار ایران

لیکن صدر اعظم کا رسُوخ شاہ پر بڑا زبردست ہے۔ امین السلطان ایران کے وزرا میں بوجہ اپنی لیاقت کے بڑا ممتاز ہے۔ شاید کسی وزیر کو آجتک یہ کامیابی ایران میں حاصل ہوئی ہو کہ باپ اور بیٹا دونوں کے پاس مدّت تک وزیر اعظم رہے۔ گو وُہ ایک ادنیٰ خاندان کا آدمی ہے۔ مگر محض ذاتی محنت چستی اور لیاقت کی وجہ سے وُہ سلطنت کے سب سے اعلےٰ عہدہ پر پہنچگیا ہے۔ وُہ صاف گو اور ملنسار آدمی ہے۔ اور اسی وجہ سے ادنےٰ و اعلےٰ میں اُسے عزّت حاصل ہے۔ ایرانی اُس کی ذات سے نتیجہ نکالتے ہیں کہ تقدیر سے انسان کتنی ترقّی کرسکتا ہے۔ ایک زمانہ میں اُسنے طہران سے قم تک سڑک بنا کر اس پر کاروانسرائین تعمیر کرائیں۔ لیکن زائرین ایک اَور چھوٹے راستہ سے قم کو چلے جاتے تھے کہ جسپر سرکاری محصُول بھی نہیں لیا جاتا تھا۔ مرزا علی اصغر خاں نے لوگوں سے یہ راستہ چھوڑانے کی بہتر تدبیر یہ سوچی کہ دریا کا کنارہ کاٹ دیا۔ اور میلوں قریب کا

علاقہ جھیل بنگیا۔ جسکی وجہ سے مجبوراً لوگوں نے قم کو نئے راستہ سے جانا شروع کیا۔ شاہ ناصر الدین مرحوم اس جھیل کو ایک شب میں بنی ہُوئی دیکھ کر سمجھے تھے کہ تقدیر آلہی کیا کچھ نہیں کرسکتی۔ اسوقت سے امین السّلطان نہ صرف شاہ ناصر الدین کی نظر میں منظور ہوگئے۔ بلکہ بوجہ اس شخص کی باقاعدہ عادات اور معقول پسندی کے یورپین بھی اسے پسند کرنے لگے۔ شاہ ناصر الدین مرحُوم کے زمانہ میں پندرہ سال پہلی دفعہ صدارت کا قلمدان اس کے ہاتھ میں رہا۔ اور ۱۸۹۸ء سے دوبارہ اُسے صدارت ملی کہ جس پر اُسکے انتقال کے بعد اُس کے جانشین نے بھی امین السُّلطان کو قائم رکھا۔ جب امین السُّلطان ۱۸۸۹ء میں شاہ ناصر الدین کے ہمراہ سیاحت یوُرپ کو گیا تو اکثر یورپین مدبر اس کی لیاقت کو تسلیم کرنے لگے اور حال میں شاہ مظفر الدین نے بھی اپنے سفر میں صدر اعظم کو ساتھ رکھا ہے اور واپسی پر اُسے اتابک اعظم کا خطاب دیا۔ جو ایران میں سب سے اعلےٰ خطاب ہے۔ اب امین السُّلطان کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ ایران میں عام شکایت ہے کہ ۱۸۹۸ء سے اپنی دوسری مدّت وزارت میں اُس نے رُوسی مقاصد کے موافق حکمت عملی اختیار کی ہے۔ کہ جس سے انگریزی مقاصد کو ہمدردی نہیں۔ اُمید ہے کہ شاہ عالیجاہ خود اس معاملہ پہ غور کر کے فیصلہ کرینگے

امین السّلطان ۔ صدر اعظم ایران

کہ اُنکے مُلک کے حق میں آیندہ کونسی پالیسی مفید ہی۔ ظاہرا وزیر اعظم کی پالیسی خطرہ سے خالی نہیں۔ ابھی رُوس نے ایران میں بہت کچھ دخل کر لیا ہی۔ اور بیرونی دُنیا ایران کو ایک رُوسی صُوبہ تصوّر کرنے لگی ہی۔ کہ جسے رُوس کے مخالف فریق نے اپنے اشتہارات میں بالکل صحیح ظاہر کیا ہے۔

ایران کو قرضہ لینے کی کیوں ضرورت پڑی۔ رُوس سے کیوں قرضہ لیا گیا۔ ایران میں سڑکوں کی کیا حالت ہے۔ اور روسی رسُوخ کی کیا کیفیت ہی۔ میں ان امور کے سمجھانے کے لئے سر لیبل گریفن کے ایک لکچر کا خلاصہ جو ۶۔ مارچ سنہ ۱۹۰۱ء کو لنڈن میں دیا گیا تھا۔ بجنسہ بطور ضمیمہ کے اخیر میں ملحق کر دیتا ہوں۔ اِسی لکچر میں دو سال پہلے اُمید ظاہر کی گئی تھی کہ ایران کو پھر جلدی قرضہ لینے کی ضرورت پڑیگی۔ چنانچہ یہ اُسی مجوزہ قرضہ کا ذکر ہے کہ جس کی نسبت دربار ایران میں اس قدر اختلاف کیا گیا ہے۔ اِس لکچر میں ایران کے پیداوار میں غیر معمولی ترقی ہو سکنے کی بھی اُمید دلائی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ حال میں ریشم اور افیون کی پیداوار کس قدر بڑھ گئی ہی۔ اور صرف ڈیڑھ سال میں محکمہ گمرک (پرمٹ) کی آمدنی دو چند سے زیادہ ہو گئی ہے۔ لیکن اپریل سنہ ۱۹۰۱ء سے پرمٹ کے قواعد میں اور بھی اصلاح کی گئی ہے۔ بخلاف سابق آیندہ ہر قسم کی درآمد و برآمد مال پر صرف پانچ فیصدی کا یکساں محصُول بلالحاظ تاجر کی قومیّت کے گورنمنٹِ ایران وصُول کریگی۔ البتہ محصُول راہداری یعنے حفاظت سڑک اس کے علاوہ ہوگا جو بائیس شاہی فی بار استر ہوگا۔ جو پانچ چھ آنہ کے قریب ہوتا ہے۔ غرض اب تمام امور میں اصلاح ہو رہی ہی۔ اور ایران میں ایک عام بیداری کا زمانہ پایا جاتا ہے۔ چونکہ ایران اور ایرانیوں کی گذشتہ عظمت اور طبعی قابلیّت کی تمام دنیا قائل ہی میں اُمید کرتا ہُوں کہ نیک نیت شاہ مظفر الدین کے عہد برکت عہد میں ایران کی کایا پلٹ جائیگی۔

گو زمانہ سابق میں تُرکوں اور ایرانیوں کی مابین سخت عداوت رہی ہی کہ جس سے اوراق تاریخ ابھی تک سُرخ ہیں۔ اور دونوں سلطنتوں کے مابین دوستانہ تعلّقات زمانہ حال ہی میں پیدا ہُوئے ہیں۔ لیکن ترکوں اور ایرانیوں کے شہنشاہوں کی گہری ذاتی دوستی کہ جو اُن کی آیندہ قومی حالت پر بہتر اثر ڈال سکے بالکل سلطان المعظم اور شاہ کجکلاہ کے ذاتی محاسن اور زمانہ کی نبض شناسی کا ہی نتیجہ ہے۔ شاہ کجکلاہ سُلطان عبد الحمید خاں ثانی کی لیاقتوں کے مدّاح اور اُن کی ہمدردی اور محبت میں سرشار ہیں۔ جو انکی معاملہ فہمی اور عاقبت اندیشی کی ایک زبردست دلیل ہے۔ پہلے معلوم ہُوا تھا کہ شاہ مظفر الدین سلطان عبد الحمید خاں کو عم بزرگوار کے لقب سے مخاطب کرتے ہیں لیکن پچھلی مُلاقات میں وُہ انہیں برادر بزرگوار کہتے رہے۔

گذشتہ جنگ ٹرکی و یُونان کے موقع پر حضرت سلطان کی خدمت میں خاقانِ ایران نے درخواست کی تھی کہ اگر ضرورت ہو تو میں پچاس ہزار فوج بھیجدوں۔ گو ظاہرًا ایران پچاس ہزار باقاعدہ فوج اپنی ضرورت کے لئے بھی ایک وقت فراہم نہیں کر سکتا۔ لیکن بالکل ممکن ہی کہ اظہار وداد و اخلاص کے لیئے شاہ کجکلاہ نے اسقدر امداد دینے کا وعدہ کر دیا ہو۔ حجاز ریلوے لائن کی امداد میں اگر اخبارات کا بیان صحیح مان لیا جاوے تو شاہ عالیجاہ نے پچاس ہزار پونڈ (ساڑھے سات لاکھ روپیہ) اور پانچ سو پونڈ استنبول کے بڑے شفاخانہ میں ایک وارڈ اپنی یادگار میں تعمیر کرنے کے لیے۔ اور قسطنطنیہ کے مدرسہ ایرانیاں کو دو سو پونڈ کا سالانہ وظیفہ عطا کیا۔ یہ آپکے قسطنطنیہ کی گذشتہ سیاحت کے اثر کا نتیجہ ہے۔ ترکی فوج کے نمونہ پر ایرانی فوج کی اصلاح کا بھی انتظام در پیش ہی۔ کچھ ایرانی نوجوان ترکی فوجی کالج میں اور کچھ علمی مدرسہ میں بھیجے گئے ہیں۔

اس کے علاوہ ایک اور بہت بڑا پولیٹیکل فائدہ اِن دونوں مسلمان دولتوں کو

حضرت شاہ کے اِس سفر سے یہ ہوگا کہ ایرانیوں اور تُرکوں میں جو قدیم زمانہ سے بعض پولیٹیکل مصلحتوں کی وجہ سے مذہبی مخالفت اور کدورت چلی آتی تھی وُہ محو ہوجائیگی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت شاہ نے حضرت سلطان سے وعدہ کیا تھا کہ اختلاف روایات سے جو مغایرت مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے مابین پیدا ہوگئی ہے وُہ مناسب اور معقول وعظ وپند سے دُور کیجائیگی۔ چنانچہ سفر یوروپ سے لوٹتے ہوئے اپنے قلمرو میں داخل ہوتے ہی آذربائیجان کے باشندوں کی درخواست منظور فرماکر حکم دیا کہ مدارس ایرانی میں ترکی زبان داخل کیجائے۔ اور ہر شخص اپنے بھائی کی نسبت سبّ وشتم کرنے سے زبان روکے۔ کوئی کسی دینی بھائی اور اکابر کو بُرا نہ کہے۔ اُمید ہے کہ یہ بیان صداقت پر مبنی ہے اور شاہ مظفر الدین خلد اللہ مُلکہ وسُلطانہٗ ایسے فاضل متبحّر اور دانشمند و دوراندیش بادشاہ سے یہ اُمید کرنا ذرا بھی خلافِ قیاس نہیں۔ میں اِس دُعا پر ختم کلام کرتا ہوں

خُدایا تو ایں شاہِ درویش دوست ۔ کہ آسائشِ خلق درظلِّ اوست

بسے بر سرِ خلق پائندہ دار ۔ بتوفیقِ طاعت دلش زندہ دار

برومند دار از درختِ اُمّید ۔ سرش سبز و رویش برحمت سفید

(سعدی)

ضمیمۂ اوّل

(از نامہ خسروانِ ایران)

شاہنشاہِ ایران خاقان پور خاقان مظفّر الدّین شاہ قاچار کہ یزدانش پناہ باد

بماناد در سایۂ کردگار

برآورنگِ جم ہمچو گُل در بہار

دومین پور خاقان ناصر الدین شاہ روز ۱۴ ماہ ششم از سال ۱۲۶۸ تازی در طہران بگیتی آمد دہ سال زندگانی را در خانہ پدر ہنر آموختہ پس اناں بدستور آئین نیاکان جائے نشین پدر و فرمان فرمائے آذربایکان گردید تاہنگام تخت نشینی در کنکاش جہانداری کوششہا فرمود تا اسباب فرائش وآبادی آں سامان را فراہم آورد وچنداں خویشتن را بزیر دست پروری بداشت کہ بیخ ستمگاری بکند وتخم نکوکاری بکاشت چوں آوازۂ مرگ پدر گوش زدوی گشت در تبریز روز ۱۸ ماہ یازدہم از سال ۱۳۱۳ تازی کہ روزے فیروز بود۔ سہ ساعت وچہل دقیقہ از ہنگام فرو رفتنِ آفتاب گذشتہ جامہ بادشاہی در بر وتاج کیانی بر سر براورنگ خسروی برآمد پیشوایانِ دین وبزرگان کشور وچاکران دربار آوازِ جاوید وپائندہ باد بگوش باشندگان سپہر بریں رسانیدند کار کشور را ساختہ مہین پور خود محمد علی میرزا را جائے نشین وفرمان دہ آذربایکان نمودہ انگاہ آہنگ پائے تخت فرمود روز ۲۷ ہمیں ماہ از تبریز کوچ دادہ در دو فرسنگی شہر لشکرگاہ نمود وہم در آنجا سہ روزہ کار لشکر ساختہ راہ برگرفت کُوچ بر کُوچ تا بعشرت آباد کہ یک فرسنگی طہران است فرو کش شد چوں اندیشہ شہریاری ایں بود کہ پیش از بجا آوردنِ دستورات پادشاہی با جامہ سوگواری بر کالبد پدر رود روز یکشنبہ ۲۵ ماہ دوازدہم سال ۱۳۱۳ تازی بوقت نیمروز ناگہاں

بشهر درآمده دزارک بادشاہے وارد گردید - بزرگان درگاه و سران سپاه بدور شهریار جوان بخت گرد آمدند و سر بندگی فرود آوردند پس ازآنجا بسر کالبد پدر آمد پس از سوگواری و خواندن نسکی از قرآن بدر خواست بزرگان کشور بتالار شاهی آمدند جامه سوگ را از برکنده تخت برائے تشکون فرجامه که از آستانه تیار رضوی که برائے بالائے جهان آرائے بادشاہے دوخته بودند پوشید و دیبه رومان تیمار پیشوائے پیشوایان را آرائش سینه نموده دیهیم خسروی بر سر نهاد -

شهنشاه فرزانه پاک زاد برا ورنگ بنشست چوں کیقباد

جشن کیانی بپاکردند روز دیگر بار داده دستوران خردمند و سرہنگان هوشمندان و بزرگان کشور گرد آمدند و پیشانی نیاز برخاک نهادند و هر نفرے بجائے خویش قرار گرفت شهریار جوان بخت سخن آغاز کرد و مردمان را بداد و دهش خویش نوید داد - همگی زبان بستائش و نیایش کشودند انگاه مردمان بدادن درم و دنیار بنواخت چکامه سرایان آغاز چکامه سرائی نمودند و این نامه نگار این چکامه را سرود

خدایگان جهانشه مظفرالدین شاه که بود درخور تخت عباد افسر جم
نهاد تا که برا ورنگ بادشاهی پائے کشاد دست بداد و به بست پائے ستم

از هنگام استواری بر سریر جهانبانی که روزے بیش نیست ایران زمین از آبادی و فزایش رشک تمام ممالک اسیا بلکه اروپا گردیده است - در ۱۴ نوروز جمشیدی سال ۱۳۱۷ تازی آهنگ گلگشت فرنگستان نمودند بادشاهان یورپ از دیدار فرخنده نمودش خرسند گردیدند پس از گردش در ماه هفتم از سال ۱۳۱۸ تازی بازگشت بپائے تخت فرمودند و این هنگام که سال ۱۳۱۸ تازیست سال پنجم است که زیب افزائے اورنگ کیان مے باشند و شاهزاده آزاده محمد علی میرزا جائے نشین و فرمان فرمائے آذربایکانند + سه بماتی برا ورنگ جم ارجمند + بکام تو گردد سپهر بلند

ناصرالدین شاه مرحوم

ضمیمہ دوم

شاہ کجکلاہ اُنکے بھائی۔ اور وزیر

(لارڈ کرزن حال وائسرائے ہند کی کتاب "پرشیا و پرشن کوسچن" سے)

شاہ مظفرالدّین حالتِ شہزادگی میں

اس شہزادے کا نام مظفرالدین ہی ۔ سنہ ۱۸۵۳ء میں پیدا ہوا تھا۔ ۳۲ سال سے شاہ کا ولیعہد ہے۔ خاندان قاچار کا یہ پُرانا لیکن اصُولِ مُلکرانی کے خلاف دستور چلا آتا ہے کہ ولیعہد کو گورنر جنرل بناکر آذربیجان میں بھیجدیتے ہیں۔ جہاں کہ وُہ اِس صُوبے کے صدر مقام تبریز میں رہتا ہی۔ اور بلا اجازت شاہ ایران کے وُہ صُوبے سے باہر جانے کا مجاز نہیں ہوتا۔ اسکو طہران میں وزرائے شاہی کے نظم و نسق کی کیفیت کا معلوم ہونا تو ایک طرف اپنے ماتحت صُوبے کی انتظامی حالت کی بھی خبر نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ صُوبہ بھی شاہ کے کسی معتبر مشیر کے اہتمام میں ہوتا ہے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہی کہ انگلستان کے پرنس آف ویلز (ولیعہد) کو لنکاسٹر کی ڈچی کا مالک بناکے لورپول میں دربار کرنے پر مجبُور کیا جائے۔ لیکن یہ اجازت نہ دیجاتے کہ وُہ اس بڑے علاقے یا لورپول جیسے بڑے شہر کی انتظامی حالت میں حصّہ لیں۔ ایک اَور عیب یہ ہے کہ آذربیجان رُوسی سرحد سے بالکل قریب ہی۔ اور ولیعہد کے دِل پر یہاں رہنے سے ایسا رُعب داب رُوس کی طرف سے بیٹھ جاتا ہے جس کا دُور کرنا آسان کام نہیں۔ خود شاہِ ایران تو تین مرتبہ براعظم یورپ کی سیر کر آئے ہیں۔ لیکن ولیعہد کو اُنہوں نے کبھی اتنی بھی اجازت نہیں دی کہ ایران سے قدم نکالیں۔ اسکا نتیجہ یہ ہے کہ مظفرالدّین کے حالات پردہ اخفا میں ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ وُہ مہذّب اور باخبر شہنشاہ ہی۔ کوئی کہتا

کہ وُہ کمزور اور معصُوم لاشے ہے۔

ڈاکٹر وِلز نے اپنی تحریرات میں بڑی بے انصافی کے ساتھ ولیعہد کو ناتواں۔ بزدل۔ اور نہائت متعصّب لکھا ہی۔ مَیں یہاں ڈاکٹر مذکور کی عبارت کو نقل کرنا نہیں چاہتا۔ ناظرین خود اسکو ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ درحقیقت ایران کے آیندہ بادشاہ کے حق میں ڈاکٹر وِلز کے بیانات صریح بے انصافی پر مبنی ہیں۔

مَیں نے شاہزادہ ولیعہد کے حالات بڑی تحقیق سے بہم پہونچاتے ہیں۔ اور وثوق سے کہہ سکتا ہُوں کہ وُہ بجائے بُزدل اور ناتوان ہونے کے سمجھدار۔ لکھا پڑھا۔ تاریخ سے باخبر۔ علمِ نباتات میں دلچسپی لینے والا۔ خوش اطوار اور سادہ مزاج شاہزادہ ہی۔ غالباً ڈاکٹر صاحب نے جو تعصّب کا الزام لگایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مظفرالدین ملاؤں کا بڑا ادب کرتا ہے اور کم و بیش شیخیوں کے متعصّب فرقے کے کہنے میں ہے۔ یہ مذہبی پابندی اگرچہ اُسکے بڑے بھائی کے آزادانہ خیالات کے خلاف ہے۔ لیکن اس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ ولی عہد جلوہ آرائے تخت و تاج ہو کر غیر مذہب والوں پر ہاتھ صاف کریگا۔ اگرچہ اکثر اشخاص کو اُس کے بُزدل ہونے سے قطعی انکار ہے لیکن بالفرض اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ بزدل ہے اور دوسروں کا کہنا بہت جلد مان لیتا ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ باپ کی کوتہ اندیشیوں نے اُسکو ہمیشہ سے ایک دبی ہُوئی حالت میں رکھا ہے۔ باوجودیکہ وُہ اتنے بڑے صُوبے کا گورنر جنرل ہے۔ لیکن اس کو اس کے انتظام میں ذرا بھی دخل نہیں۔ اسکو اپنی رعایا پر اتنا بھی قابو نہیں جتنا کہ ہنڈولے میں ایک بچّہ اپنی حرکات سکنات پر قابُو رکھتا ہے۔ شاہ کی طرف سے ولی عہد کو بعض کے نزدیک ۴۰ ہزار تومان (۱۱۴۰۰ پونڈ) بعض کے نزدیک ۶۰ ہزار تومان اور بعض کے نزدیک ۲۰ ہزار تومان (۵۷۰۰ پونڈ) وظیفہ ملتا رہتا ہے۔ اِسکی مقدار خواہ کچھ ہی ہو لیکن یہ ہر طرح ظاہر ہے کہ ولی عہد کے شاہانہ سامان۔ شاندار جلو۔ عظیم الشان حرم کے مصارف کے لئے یہ رقم بالکل ناکافی ہے۔ چنانچہ اسکو عموماً اس کمی کے پُورا کرنیکے

واسطے اپنے وزیر اعظم سے قرضہ لینا پڑا ہے۔ امیر نظام اُسکو اسی غرض کے لئے (۴۰۰۰۰)
تومان سالانہ دیتا رہا ہے۔ آذربیجان میں رہنے سے ولیعہد پر یہ شبہ کرنا بھی بیجا ہے۔
کہ وُہ روس کے رُعب و داب میں آیا ہوا ہے۔ کیونکہ اُس نے ابتک بہت کم کسی یورپین
سے ملاقات کی ہے۔ اور اس لئے یہ قیاس کرنا مشکل ہے کہ اُس کی ہمدردی کا رُخ کس طرف
ہے۔ امیر نظام البتہ مذکورہ بالا اثر سے مُوثر ہو رہا ہے۔ اور غالباً اسی کی وجہ سے ولیعہد
کو بھی ایسا ہی خیال کر لیا ہوگا۔ مثل اور قاچار ترکوں کے مظفّر الدین بھی بڑا اچھا تفنگباز
ہے اور چونکہ اُسے کوئی بڑا کام در پیش نہیں رہتا اس لئے اپنے وقت کا اکثر حصّہ شکار
میں صرف کرتا رہتا ہے۔ وُہ توپوں کا بھی شائق ہے۔ اور توپچیوں کے کام میں اُسے
کسی قدر مشق حاصل ہو۔ تبریز کے سلاح خانے میں آسٹیریا کی بنی ہوئی توپوں کو استعمال
کرتا رہتا ہے۔ صورت شکل میں میانہ قد اور خوشنما لیکن متفکّر چہرہ رکھتا ہے۔ بارہ سے
زیادہ بال بچے ہیں۔ جنمیں سے چند کا بیاہ بھی ہو گیا ہے۔ پہلی بیوی کو جو وزیر اعظم مرزا
تقی خاں کی بیٹی اور اُس کی پھوپھی زاد بہن ہے۔ شاہ کے قتل کی سازش کے معاملہ میں
علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ اس بیوی کی ایک بہن ولیعہد کے بڑے بھائی ظل السّلطان سے
بیاہی گئی تھی۔ لیکن کئی سال ہوئے کہ اُسکا انتقال ہو چکا ہے۔

ظلّ السّلطان

اب میں شاہ کے مشہور بیٹے سلطان مسعود کا حال لکھتا ہوں جو کہ زیادہ تر "ظلّ السّلطان"
کے [illegible] لقب سے مشہور ہے کیونکہ وُہ بجائے شاہ کا سایہ ہونے کے قریب قریب
اس سے ڈبل قد و قامت کا ہے۔ یہ ولیعہد سے ۳ برس پیشتر سنہ ۱۸۵۰ء میں پیدا ہوا اور
ماں کی طرف سے کم نسل ہونے کے باعث اس کو تخت نشینی سے محروم کیا گیا۔ اس شاہزادے

کو آغاز عمر سے ہی شاہانہ اختیار برتنے میں آزادی دیگئی اور اس حد تک اُسکو اس بارے
میں ڈھیل دیگئی کہ یہ شاہانہ اقتدار کا دعویدار ہوا اور یہی وجہ اُس کے زوال کی ہوئی۔ وُہ
ابھی نو عمر تھا کہ اس کو اصفہان کا گورنر بنایا گیا۔ پھر شیراز کی گورنری دیگئی۔ چونکہ اسکے
جابرانہ انتظام سے اُسکے ماتحت صوبے فتنہ و فساد اور لٹیروں سے صاف ہو گئے تھے
اسلئے اور نیز اسلئے کہ وہ طہران کو بر وقت محاصل کی رقمیں بھیجتا رہتا تھا۔ تمام شاہی دربار
اُس سے خوش تھا۔ اس کی عملداری کو وسیع کیا گیا اور رفتہ رفتہ فارس۔ اصفہان۔
کردستان۔ لرستان۔ عربستان۔ اور یزد کے صوبے اُسکے حوالے کر دیئے گئے۔ اندازہ
کیا گیا ہو کہ زوال سے پیشتر اُسکے قبضہ میں (۲۵۰۰۰۰) مربع میل زمین یعنے ملک ایران کا
دو خمس اُسکے قبضے میں تھا۔ اُس نے اصفہان میں ایک بڑی فوج بھرتی کر کے جمع کی تھی۔
اور انکو پرشیس (جرمنی) وردیاں اور خود پہنائے۔ اس لباس کا وُہ ایسا شوقین تھا کہ
جب وُہ اسی طرح کا جنرل کا پورا لباس پہن لیتا تو اسی لباس میں اپنی تصویر کھچواتا تھا۔
سنہ ۱۸۸۶ء میں اُسکے ماتحت حسب ذیل فوج تھی۔ ۲۴ پیادہ رجمنٹ جن میں (۱۵۸۰۰) سپاہی
اور (۶۰۰۰) رائفل بردار تھے۔ ۱۰ باڑیاں توپوں کی۔ اور غیر قواعد دان سواروں کی ۸
رجمٹیں یعنے کل ۱۲ ہزار پیادے اور ۷ ہزار سوار۔ چونکہ اس کی رہائش اصفہان میں
رہتی تھی۔ اسلئے وُہ اکثر انگلش سیاحوں سے ملتا رہتا تھا اور انکی طرف اس کے خیالات
اچھّے تھے۔ جس تشدّد سے ظلّ السّلطان نے اپنے صوبوں میں امن قائم رکھا اور جو
مستعدّی اور جرأت اس سے ظاہر ہوئی اس سے عام طور پر یہ غلط خیال لوگوں کے دلوں
میں پیدا ہو گیا کہ جس شہزادے پر اتنی عنایت ہوئی ہے اور اتنی قابلیت رکھتا ہو وُہ ضرور
تخت نشینی کے قابل مانا جائیگا۔ اور تخت کو حاصل بھی کر لیگا۔ یہ خیال سب سے زیادہ
ڈاکٹر ول کی تحریرات سے عیاں ہوتا ہے۔ چنانچہ وُہ ایک جگہ لکھتا ہے:۔
"میرے خیال میں وُہ وقت آنے والا ہے جبکہ شہزادہ ظلّ السّلطان تخت کے لئے

کوشش کریگا۔ غالباً موجودہ شاہ کی وفات پر ایسا ہوگا۔ اگر وُہ تخت پر بیٹھا تو اس میں ایران کی بڑی خوش قسمتی ہے۔ کیونکہ وُہ پُرتدبیر غیر متعصّب اور نیک گورنر ہے۔ وُہ بڑا ہر دلعزیز اور کامیاب حاکم ہے۔ وُہ خونریزی سے متنفّر لیکن سخت گیر گورنر ہے۔"

ایک اَور جگہ لِکھا ہے :۔

"اِس میں ذرا شبہ نہیں کہ ظلّ آخر کار شاہِ ایران ہوگا۔ وُہ ایک زبردست اور خوش نصیب گورنر ہے اور بڑا ہر دلعزیز ہے۔"

مَیں نہیں جانتا کہ ڈاکٹر صاحب کی عبارات واقعات کے لحاظ سے زیادہ ناقابلِ اعتبار ہیں یا اُنکے قیاسات کے لحاظ سے۔ ظل السلطان بے شک ایک زبردست اور مُستقل مزاج حکمران رہا ہے۔ اُس نے مُسلمان مُلاؤں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔ جنوب مغربی اضلاع کے خانہ بدوش کبھی ایسے مطیع نہیں ہُوئے جیسا کہ اُس کے وقت میں ہوئے تھے۔ لیکن ساتھ ہی اِس کے اس میں عیب بھی تھے۔ چنانچہ شروع شروع میں جب کہ وُہ شیراز کا گورنر تھا اس کے انتظام سے رعایا ایسی بھڑک اُٹھی تھی کہ اُسکو بھاگ کر دم لینا پڑا تھا۔ اور آخر عہد میں بھی یہی انتظامی عیب اُس کے زوال کا باعث ہُوا وُہ اپنے افسروں کی طرف سے جنکے متواتر ظلم وستم رعایا کو برافروختہ کرتے رہے بالکل بے پروا تھا۔ علاوہ بریں کئی مرتبہ اسکے عہد میں دردناک واقعات بھی ہُوئے مثلاً ۱۸۷۸ء میں دو بابیوں کا قتل اور ۱۸۸۲ء میں بختیاروں کے ایلخانی (سردار) کا قتل۔ پس جب فروری ۱۸۸۸ء میں شہزادہ پایۂ تخت ایران میں آیا اور سوائے اصفہان کے تمام صُوبجات اُس کی گورنری سے علیحدہ کر لئے گئے۔ تو کسی کو چنداں تعجب نہیں ہُوا ظلّ السّلطان نے بھی تن بہ تقدیر جب سے ایک گمنام اور محدود زندگی اختیار کر لی ہے اُس نے کچھ عرصے سے اصفہان کے انتظام کے جُزئی معاملات میں دلچسپی لینی شروع کر دی ہے۔ اور اپنے آپ بطور اپنے وزیر کے صُوبے کا نظم ونسق کرتا ہے۔ وُہ روزمرّہ

چہل ستون کے ایک کمرے میں دربار کرتا اور ہر کس وناکس کی فریاد سُنتا ہے۔ جب میں طہران میں تھا تو اُس نے مجھے اپنے آپ سے ملاقات کی اجازت دی تھی۔ مذکورہ بالا رائے میری اپنی رائے نہیں بلکہ ملک کے واقفکاروں کی رایوں پر صحیح قیاسات قائم کئے ہیں۔

طہران میں ظلّ السّلطان کا محل نہائت خوشنما عمارت ہے اُس کا عالیشان روکار پچی کاری کے کام اور ہوادار کھڑکیوں سے آراستہ ہے۔ دروازہ پر ایک گاڑی کھڑی ہوئی تھی جو ملمع دار زرہ سے خوب آراستہ تھے اور چار گھوڑے جوڑے ہُوئے تھے زینہ پر چڑھ کر اور کئی کمروں میں سے گذر کر جو یُوروپ اور مشرق کی عجیب آمیزش ہے آراستہ تھے۔ مَیں ایک لمبی گذرگاہ میں داخل ہُوا۔ جسکی ایک طرف بالکل کھڑکیاں تھیں جو پھُولوں سے پُر تھیں۔ مقابل کی دیوار میں تمام تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ خصُوصاً فوٹو گراف اور ظلّ السلطان کی اپنی شبیہیں تھیں۔ رُوسی اخبارات میں سے شہنشاہان رُوس اور جنرلوں کی تصویریں اور جنگوں کے منظر انواع واقسام کی پوشاک والی اور لاغر جسم حوروں کی بے شمار رنگدار تصویریں اِدھر اُدھر لگی ہوئی تھیں۔ ظلّ السّلطان درمیان میں کھڑے تھے۔ ڈھیلا فراک کوٹ یا ایرانی یا کشمیری سمور کا موٹا اونی پاجامہ اور پیٹنٹ چمڑے کے بُوٹ پہنے تھا۔ وُہ لوہے کے پلنگ پر کھڑا ہو گیا۔ جو محل شاہی کی عجیب سامان کے اعلیٰ درجہ کی مثال تھے کہ جس پر زربفت کا فرش بچھا ہُوا تھا اُس کے مقابل کُرسیاں رکھی ہوئی تھیں ملاقات کے وقت شاہ کا چھوٹا لڑکا آیا جو کہ ہشت سالہ دلکش لڑکا تھا۔ گلابی مخمل کا کوٹ پہنے تھا اور ٹوپی پر ایک بڑا سا ہیرا لگا ہُوا تھا۔ اُس کے بڑے بھائی کی اُس سے بہت محبت معلوم ہوتی تھی۔ جسوقت یہ لڑکا باتیں کرتا تھا وُہ اسکو پیار کرتا جاتا تھا۔

ظلّ السُّلطان کسی قدر پست قد ہے اپنی عُمر سے زیادہ فربہ اندام اور مرضِ نقرس کا پُرانا بیمار ہے۔ اُسکی ایک آنکھ کا نقص خُوبصُورتی کو گھٹاتا ہے۔ جو بات عموماً فوٹو گراف میں دکھلائی جاتی ہے۔ اور اُسکے حلیہ سے مروّت اور تیز فہمی ظاہر ہوتی ہے۔ موجودہ موقع

پر اُس کی شکل زرد اور علیل معلوم ہوتی تھی ۔ اُس نے فارسی میں بہت باتیں کیں جن میں طلاقت لسانی بہت تھی ۔ اور بار بار ہنستا تھا ۔ گفتگو کی تمہید یہ تھی کہ میں ہمیشہ ہی انگلستان کا دوست رہا ہوں ۔ اور رہونگا جو کہ تہذیب کا مرکز ہے ۔ اور اسی کے شوق میں میں نے اپنی زندگی مصروف رکھی ہے ۔ اُس نے یہانتک بھی کہدیا کہ اگرچہ لارڈ سالسبری کی حکومت دُنیا میں سب سے اچھی ہے ۔ اور اُمید ہے کہ وُہ اپنے منصب پر ہمیشہ قائم رہینگے ۔ برخلاف اِس کے میرا خیال ہے کہ لارڈ رینڈالف چرچل زیادہ وفاشعار نہیں ہے بلکہ کسی قدر تکلیف پہنچانے والا ہے ۔ میں نے پُوچھا کہ ایران میں اُنکا کیا اثر ہوگا ۔ اُس نے کسی قدر تمیز سے جواب دیا کہ منصب پر مامور ہونے کے زمانہ میں بہتر اثر کی امید کیجاتی ہے ۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ میں کل پندرہ انگریزی فرانسیسی جرمنی اور رُوسی اخبارات منگاتا ہوں اور میں نے ایک خاص مترجم اسی غرض سے مقرر کیا ہوا ہے کہ ان اخبارات کے ترجمے مجھے سُنایا کرے ۔ عام مُلکی معاملات پر گفتگو بدل کر کہ جس سے وُہ اچھی طرح واقف معلوم ہوتا تھا اور نیز جنگ اور صلح کے امکان پر گفتگو کرتے ہوئے اُس نے اپنی دونو گرد و نواح کی سلطنتوں کے حق میں اچھے خیالات ظاہر نہ کئے ۔ بخلاف اس کے اس نے ایک مرتبہ میرے ایک واقف رُوسی افسر سے بیان کیا کہ میں بڑے اشتیاق سے روسیوں کا انتظار کر رہا ہوں ۔ مسٹر سٹیک نے اپنی کتاب میں ایک قصہ لکھا ہے ۔ جس سے اس بات میں شُبہ پیدا ہوتا ہے کہ ظل السلطان انگریزوں کا طرفدار ہے ۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کا دلی میلان تو انگریزوں کی طرف ہے ۔ لیکن مقتضائے وقت کو دیکھ کر وُہ دونو طرف ویسا ہی برتاؤ کرنے لگتا ہے ۔ اس کے بعد شہزادے نے شاہ کے عُمدہ انتظام کی تعریف کرنی شروع کی اور کہا کہ اس عہد میں جان و مال محفوظ ہے ۔ اور ظلم و قتل کا بازار سرد ہے (اس انسداد کی تقلید کے لئے اب بھی شہزادہ ظل کو وقت حاصل ہے) ایران کی نسبت اُس نے کہا

کہ یہ ملک تہذیب کا بھوکا اور پیاسا ہے ۔ ان مشکوک جذبات کے فرو کرنے میں اُمید نہیں کہ ظل حصہ لیگا ۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ میں طہران اس غرض سے آیا ہوں کہ شاہ کو راضی کر لوں اور اس غرض کو پورا کرنے کے لئے کچھ زر نقد اور گھوڑے لایا ہوں ۔ چونکہ وزیر اعظم امین السلطان اُسکا پکا دشمن تھا اس لئے ظل کی کوشش صرف اس قدر کارگر ہوئی کہ نیرو اور عراق کے صوبے اُس کی عملداری میں شامل کر دیئے گئے ۔ مشرق کے ملکی معاملات میں ہر آن میں ایک غیر معمولی تغیر و تبدل کا واقع ہونا ممکن ہے اور اس لئے ظل کی آئندہ قسمت میں بھی مفید تغیر خلاف قیاس نہیں ۔ لیکن یہ اُمید چھوڑ دینی چاہئے کہ وُہ تخت کی کوشش کریگا یا پھر کبھی سلطنت کا عظیم الشان رکن بن سکیگا ۔ اپنے تمام خاندان والوں کی طرح یہ شہزادہ بھی بڑا شکاری اور سواری کا مشتاق ہے ۔ اس کی پہلی بیوی کو مرے ہوئے ۱۳ برس ہو گئے ۔ اسکا بڑا بیٹا جلال الدولہ جو باپ کے عروج کے زمانے میں بطور اس کے نائب کے شیراز میں کام کرتا تھا سنہ ۱۸۹۰ء میں یزد کو بدلدیا گیا اور آجکل وہیں ہے ۔

امین السلطان

ایران میں آجکل سات وزیر ہیں ۔ صدر اعظم کے عہدے پر جو شاہ اپنے سب سے بڑے مشیر کو دیتے رہے ہیں اب در اصل کوئی ایرانی ممتاز نہیں ہے ۔ موجودہ وزیر اعظم جو امین السلطان کے لقب سے مشہور ہے ۔ مرزا علی اصغر خاں ہے ۔ وُہ اسوقت [1] ۳۴ برس کا جوان ہے شریف النسل نہیں ۔ مگر محض اپنی قابلیت کی وجہ سے اس درجے پر پہنچگیا ہے ۔ سنہ ۱۸۸۹ء میں شاہ کے ہمراہ یورپ گیا تھا ۔ وُہ وزیر داخلہ ۔ حاجب اور وزیر خزانہ کے عہدوں کا کام کرتا ہے ۔ علاوہ ازیں درم سرا (دار الضرب) کا منتظم اور خلیج فارس کے بندرگاہوں کا گورنر بھی ہے ۔ بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ عملی طور پر وہی ایران کا وزیر خارجہ ہے ۔ میں چند بار اُس سے ملا اور اس کی دانشمندی ۔ ہمت اور مستقل مزاجی کا اثر میرے دل پر ہوا ۔ اس کی

[1] زمانہ قیام ایران لارڈ کرزن میں ×

وجاہت موثر۔ وضع سادہ اور دلکش اور گفتگو رواں اور پرزور ہوتی ہے۔ ایران کے اَور وزیروں کی طرح امین السلطان بھی دولتمند ہے اور دار السلطنت میں ایک نفیس رہائیگاہ رکھتا ہے۔ وُہ انگریزوں کے سامنے علانیہ انکی طرفداری کا دم بھرتا ہے۔ اور مجھ سے وُہ بڑی آزادی کے ساتھ اپنے ملک کی انتظامی حالت پر گفتگو کرتا رہا۔ اُس نے کہا انگلستان میں اُن باتوں کا میرے دِل پر زیادہ اثر ہوَا کہ وہاں کے شرفا ایسے مالدار ہیں کہ گویا ہر اِک بجائے خود بادشاہ ہے۔ رعایا اسقدر تعلیم یافتہ ہے کہ ہر شخص بحث مباحثہ کرسکتا ہے۔ آبادی کی اتنی کثرت ہے کہ ہر ہر گانوں گویا ایک شہر ہے۔ یُورپ سے آکر امین السلطان نے جو پہلا کام یورپ کی تقلید میں کیا وُہ ایران میں سڑکوں اور ریلوں کی تیاری تھی۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ میں بہت چاہتا ہُوں کہ اپنے دو بچّوں کو تعلیم کے واسطے ولائت بھیجوں۔ لیکن انکی ماں کو یہ گوارا نہیں ہے۔ ہم نے باہم بہت سے مُلکی معاملات پر بحث کی۔ اور امین کی باتوں سے پایا گیا کہ وُہ ہر معاملے کی تہ کو پہونچتا ہے۔ وُہ چند سالوں سے قدیم خیالات کے افسروں کے حملوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے میں کامیاب رہا ہے۔ یہ لوگ اس کو نوخیز خیال کرتے اور نفرت سے دیکھتے ہیں۔ اگر فتنہ وفساد کی شر سے امین السلطان اسی طرح محفوظ رہا اور شاہ کا اُس پر یہی اعتبار رہا تو وُہ ضرور اپنے ملک کو حقیقی فائدہ پہنچائیگا۔

نائب السّلطان

شاہ کا تیسرا لڑکا جس کا نام کامران مرزا ہے۔ نائب السلطان کے نام سے مشہور ہے۔ مَیں اس سے بھی ملا ہُوں۔ وُہ وزیر حرب۔ کمانڈر انچیف ایران۔ اور گورنر طہران کے عُہدوں پر ممتاز ہے۔ اس کی عمر ۳۵ سال کی ہے اور بلحاظ سن وسال کے وُہ زیادہ تندرست اور توانا معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ وُہ شاہ کے لڑکوں میں عزیز اور خوش اخلاق

جوان ہے۔ لیکن قابلیّت اور مُلکی اقتدار نہیں رکھتا۔ اور باستثنا اس امر کے کہ وُہ ایک فوجی سردار ہے اور کوئی حصّہ وُہ پبلک معاملات میں نہیں لیتا۔ شاہ کا وُہی ایک شہزادہ ہے جو فرانسیسی زبان بول لیتا ہے اور بلا امداد کسی ترجمان کی گفتگو کرسکتا ہے۔ اُس کو ظلّ السّلطان کا بڑا خوف رہتا ہے۔ اس کا ایک عُمدہ محل طہران میں ہے جسکا باغ ایران بھر میں سب سے زیادہ خوشنما ہے۔ یہ شہزادہ جیسا کہ اُس کے محل کے ساز وسامان سے ظاہر ہے۔ عیش پرست ہے۔ چنانچہ شاہ کے جشن سالگرہ کے موقع پر وُہ کئی سال تک دول خارجہ کے سفیروں کو فرانسیسی طرز کی دعوتیں دیتا رہا۔ ان میں پیرس کی تازہ ترین ایجادیں موجُود تھیں۔ جوانی میں اُس نے خراسان کے گورنر حسام السّلطنت فاتح ہرات کی لڑکی سے شادی کی۔ اسی لڑکی کا بھائی (موجُودہ حسام السلطنت) شاہ کی طرف سے ملکہ معظمہ کی جیوبلی ۱۸۸۷ء میں انگلستان میں آکر شریک ہوَا تھا۔ مختلف عہُدوں کی وجہ سے جو مصارف نائب السلطان کو برداشت کرنے ہوتے ہیں۔ انکے لئے جو مشاہرہ شاہ سے اُسکو ملتا ہے وُہ ناکافی ہے۔ لیکن فوجی انتظام سے اُس نے ایک مستقل آمدنی کی صُورت نکال لی ہے۔ مَیں جب اُس سے ملنے گیا تو سب سے زیادہ نائب السلطان کی جو بات مجھ کو عجیب معلوم ہُوئی وُہ یہ تھی کہ مجھے میدان بزرگ میں فوجوں کی قواعد سے بڑی نفرت ہے۔ کیونکہ اس سے خاک دھول اُڑ کر میری آنکھوں میں گھُس جاتی ہے۔

امین الدّولہ

ایران کے باقی وزرا بجز امین السّلطان کے چنداں اقتدار نہیں رکھتے۔ ان میں سب سے زیادہ سر برآوردہ مرزا علی خاں المخاطب بہ امین الدّولہ ہے۔ یہ وزیر ادھیڑ عمر کا۔ مہذّب۔ ہمدرد اور شاہانہ آداب سے واقف ہے۔ چونکہ امین السّلطان کے رسُوخ نے اسکے اقتدار کو کم کردیا ہے اِس لئے ان دونوں میں چشمک رہتی ہے۔ گو اس کو

پہلا سا رسوخ حاصل نہیں تاہم صدارت کونسل کے علاوہ اوقاف۔ وظائف۔ اور ڈاکخانجات کے انتظام اس کے متعلق ہیں۔ وہ پہلے ایک مرتبہ شاہ کے ہمراہ انگلستان گیا تھا۔ لیکن ۱۸۹۱ء میں امین السلطان کی وجہ سے جرمنی تک ہی جاکر واپس چلا آیا۔ اگر ایران کے موجودہ نظام کی مخالفت نے امین الدولہ کی ہمت کو نہ بجھا دیا ہوتا تو وہ اس ملک میں سب سے بہتر شخص تھا۔ اسکا گھر یورپین طرز پر آراستہ پیراستہ تھا۔ اُس نے بڑی صفائی کے ساتھ فرانسیسی میں مجھ سے گفتگو کی اور ایران میں سب سے زیادہ دلکش اثر اس کی طرف سے میرے دل میں ہوا۔ وہ اپنے ملک میں اصلاح کرنا چاہتا ہے لیکن اس باب میں اس کی تمام سرگرمیاں خاک میں مل چکی ہیں +

قوام الدّولہ

وزارت خارجہ کا دفتر مرزا عباس خاں قوام الدولہ کے سپرد ہے۔ یہ وزیر صورت اور سیرت میں اُجڈ ہے اور قدیم نظام سلطنت کے حامیوں کا ٹھیک نمونہ ہے۔ وہ شاہ کے ہمراہ یورپ نہیں گیا۔ پہلے وزیر داخلہ تھا۔ راستبازی۔ محنت اور تمول میں مشہور ہے۔ اگرچہ وزارت خارجہ کا اہتمام اسی کے سپرد ہے۔ لیکن دراصل اس صیغے کے تمام کاروبار شاہ اور وزیر اعظم کے ہاتھ میں ہیں +

مشیر الدّولہ

یحییٰ خاں الملخاطب مشیر الدولہ اگرچہ اب اعلیٰ عہدہ پر ممتاز نہیں۔ تاہم وزرائے ایران میں سب سے زیادہ سر آوردہ وزیر ہے۔ وہ مشہور صدر اعظم اور سپہ سالار مرزا حسین خاں کا جو کہ پہلے سفر یورپ میں شاہ کے ہمراہ گیا تھا اور ۱۸۸۱ء بمقام مشہد مر گیا بھائی ہے۔ شروع عمر سے ہی شاہ کی اس پر نظر عنایت رہی ہے۔ وہ شاہ کا وزیر ہوا۔ پھر شاہ کی بہن

سے بیاہ کیا۔ بعدہٗ جیلان اور ماژندران کا گورنر اور پھر فارس کا گورنر ہوا۔ ۱۸۸۵ء سے ۱۸۸۷ء تک جبکہ شاہ بار دوئم یورپ گئے تو مشیر الدولہ اُن کی کونسل کا پریذیڈنٹ اور وزیر خارجہ رہا۔ ۱۸۸۷ء میں اس کو بوجہ ان سازشوں کے جو ایوب خاں کے طہران بھاگ جانے کا باعث ہوئیں۔ اپنا عہدہ چھوڑنا پڑا۔ اگرچہ مشیر الدولہ کو انکار نہیں۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ اس سازش میں جو اُس پر انگریزوں کی مخالفت کا الزام دیا جاتا ہے وہ بیجا نہیں۔ اس کو ایک خاص غرض سے سینٹ پیٹرز برگ کو بھی بھیجا گیا تھا۔ جہاں اسکی بڑی خاطر مدارات ہوئی اور روسی اثر نے اُسکے دل میں گھر کر لیا۔ وہ آجکل تجارت اور عدالت کے محکموں کا وزیر ہے۔ فرانسیسی خوب بولتا ہے اور یورپین تمدن اور مذاق میں ڈوبا ہوا ہے۔ بلا مبالغہ وہ ایران میں سب سے زیادہ ہوشیار متنفس ہے۔ وہ ایک عالیشان محل میں رہتا ہے جو خود اسکا ہے۔ شاہ سے عاریت نہیں لیا ہے۔ شاہ نے البتہ اسکو اس کے بڑے بھائی سے لیکر ضبط کر لیا تھا۔ اس کے متصل سپہ سالار جامع ہے جسے وہ اپنے مرحوم بھائی کی حسب وصیت تمام کرتا رہتا ہے۔ جب میں اُس سے ملنے گیا تو اُسکے بڑے لڑکے کی شادی ولیعہد کی ایک لڑکی سے ہونے والی تھی۔ مشیر الدولہ چونکہ ہر کام شاہانہ ٹھاٹھ سے کرتا ہے اس لئے باوجود سخت مقروض ہونے کے وہ بڑی دھوم دھام سے پبلک کو دعوتیں دے رہا تھا۔ ایک دن اُس نے وزرائے ایران کو۔ دوسرے دن سفیروں کو۔ تیسرے دن شہر کے تمام درویشوں کو بڑی بھاری دعوت دی۔ جس دن میں نے اس سے ملاقات کی ہے۔ وہ طہران کے ملاؤں کی ضیافت میں مصروف تھا۔ اندازاً دو سو مقدس عمامہ پوش ملا اس میں شریک تھے۔ برات کی رات تمام شاہراہوں اور میدان بزرگ میں روشنی ہوئی۔ میں نے جتنے وزیر اس ملک میں دیکھے اُن میں سب سے زیادہ مشیر الدولہ کو یوروپین پایا۔ اُس کی گفتگو سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہر معاملے کو خوب جانتا اور سمجھتا ہے۔ اسکا یہ ریمارک بہت ٹھیک تھا۔ کہ

برٹش گورنمنٹ نے جتنا روپیہ افغانستان پر صرف کیا ہے اگر اُس سے نصف بھی ایران پر خرچ کیا جاتا تو اُسکے لئے ہندوستان کا ایک زبردست حامی پیدا ہوجاتا۔ افواہاً وُہ روسیوں کا طرفدار مشہور ہے لیکن مجھ سے اُس نے اس کا قطعی انکار کیا۔ ممکن ہے کہ پھر اُس کا ذکر ہو کیونکہ وُہ ایسا شخص نہیں کہ آئندہ زمانے میں اسکا چرچہ موقوف ہوجائے۔

(مشیر الدولہ نے جنوری سنہ ۱۸۹۲ء میں وفات پائی)

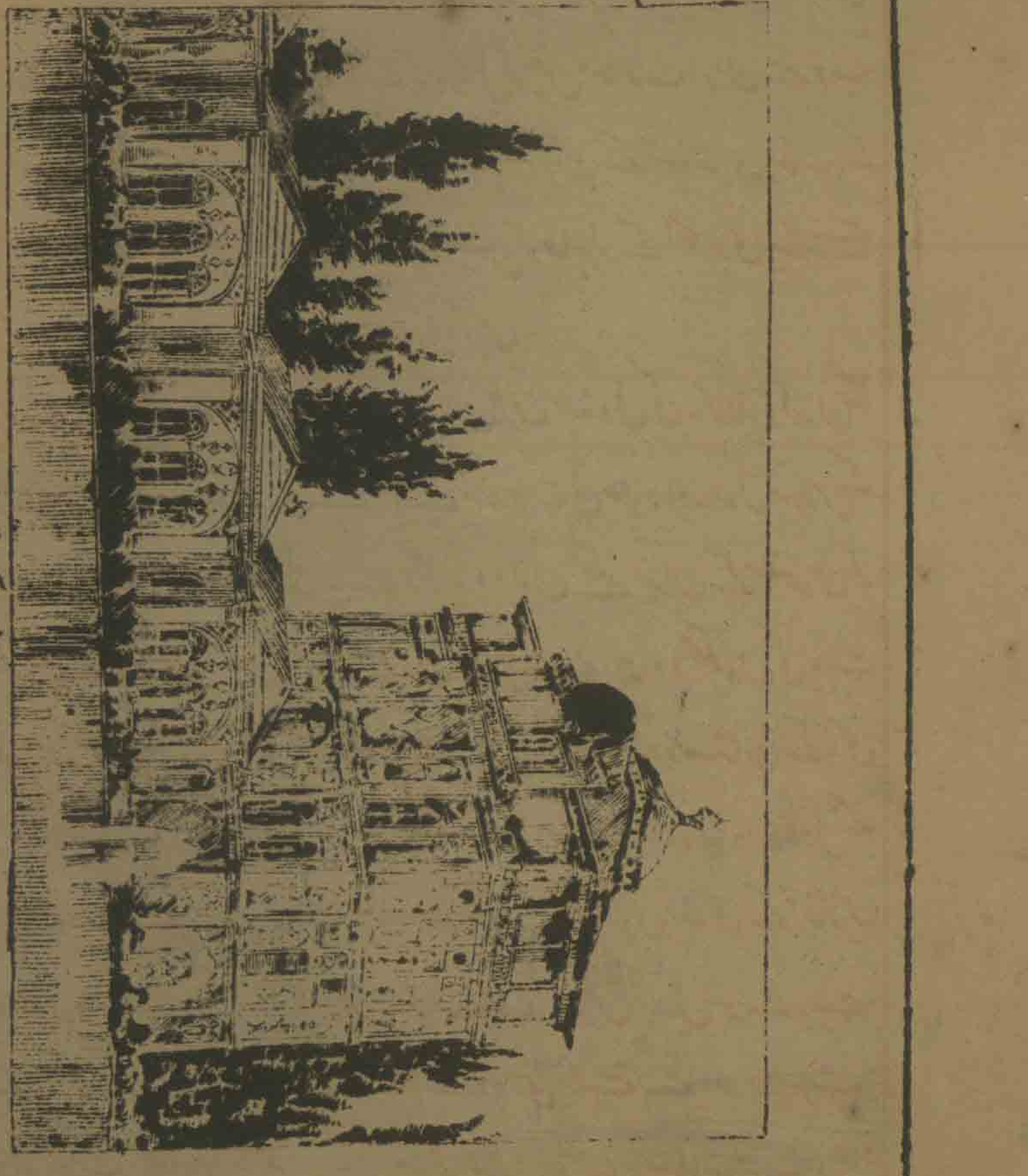

طہران - باغ شاہ کا قصر شاہی

ضمیمہ سوم

ایران کی مالی حالت اور استقراض

سر لیبل گریفن کا لیکچر

سر لیبل گریفن نے ۶- مارچ سنہ ۱۹۰۱ء کو مالی معاملاتِ ایران پر جو لیکچر ویسٹ منسٹر ہال لنڈن میں دیا ہے۔ وُہ اس لئے قابل لحاظ ہے کہ سر لیبل گریفن معاملات ایران سے خوب باخبر ہیں۔ اور علاوہ بریں وہ امپیریل بینک آف پرشیا (ایران کے شہنشاہی بینک) کے میر مجلس بھی ہیں۔ سر لیبل نے ایران میں انگریزی پوزیشن کو ظاہر کر کے انگریزی پبلک سے اپیل کی تھی کہ وُہ ایرانی معاملات میں ضرور دلچسپی لیا کریں۔

لیکچرار صاحب نے حاضرین جلسہ کی توجہ اس طرف مبذول کی۔ کہ لارڈ کرزن صاحب نے ایران کے متعلق جو تازہ تصنیف کی ہے۔ اُسے ہندوستانی سپاہ اور سول سروس کے نام سے معنون کرنے کی بڑی وجہ صرف یہ ہے۔ کہ یہ دونوں محکمے ایران کے مضمون کو ایک اہم مضمون تصوّر کریں۔ اس طرح لارڈ کرزن صاحب نے ان دو محکموں کی بہت عزّت کی ہے۔ اور اس اہمیت کو اچّھی طرح سمجھا ہے۔ جو ایران اور ہندوستان کے باہمی تعلّقات کی وجہ سے ہے۔ انگلستان اور ایران کا راہ و رابطہ اولاً شاہ ایڈورڈ اوّل کے عہد میں شروع ہوا۔ جو اب تک جاری ہے۔ ہمارے تعلّقات انیسوی صدی کے آغاز میں بہت زیادہ مضبوط ہوگئے تھے۔ مگر یہ تعلّقات وقت کے مطابق تبدیل ہوتے رہے۔ کبھی دوستانہ کبھی معمولی۔ ایک وقت تو اعتبار اور دوستی بڑھتے تھے اور دوسرے وقت ناراضگی کی نوبت پہنچگئی۔ تاہم اُنیسویں صدی کے وسط میں یہ تعلّقات بہت دوستانہ

ہوگئے۔ خصوصاً ہندوستان کے ساتھ۔ کیونکہ ہندوستان اور ایران کی قسمتوں میں وُہی تعلق قائم ہے۔ جو ہندوستان کو ایک طرف افغانستان سے اور دُوسری طرف سیام سے ہے۔

رُوس کا قرضہ

سر لیپل گریفن نے یہ بھی کہا کہ "مَیں اِس کشیدگی کو جو انگلستان روس اور ایران میں باہم ہے۔ دُور کرنا چاہتا ہُوں۔ اور کوئی ایسی بات کہنا نہیں چاہتا۔ جس سے ناراضگی پیدا ہو۔ جو کہ اس سے قبل ہی لاپرواہ اشخاص نے بہت کچھ پھیلا رکھی ہے۔ میرا مُدعا زیادہ تر یہ ہے۔ کہ انگلستان کے متموّل اور تجارتی اشخاص کی توجہ ایران کی طرف مبذول کروں اور انہیں ایران کے معاملات میں انٹرسٹ لینے کی تحریک کروں۔ کیونکہ باقی ممالک مثلاً رُوس۔ جرمنی۔ فرانس۔ بلجیم اسبارہ میں ہم سے بہت کچھ آگے بڑھے ہُوئے ہیں۔ انگلستان افسوس ہو کہ سب سے پیچھے ہو۔ اور اِس کی وجہ مجھے سوائے اِس کے اور کچھ نظر نہیں آتی۔ کہ انگلستان میں متموّل اور تجارتی حلقوں کے رہنے والے باہم مل کر کام کرنا نہیں چاہتے جب مَیں نے لیکچر دینے کا ارادہ کیا تھا۔ اس کے بعد ایک واقعہ ہُوا۔ جس کے متعلق اخبارات میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ اور جوش پیدا ہوا ہے۔ کہ روس کا ایران کو قرضہ دینا ایک نہایت اہم واقعہ ہے۔ اس سے ایران کی غیر ممالک سے متعلق پالیسی عملی طور پر رُوس کے ہاتھ میں آجائیگی۔ گویا انگلستان کے انٹرسٹ کو ایران میں سخت نقصان پہنچیگا۔ اگرچہ یہ اضطراب اور جوش موقعہ کے مطابق بالکل قدرتی ہے۔ لیکن انہیں چاہیئے۔ کہ وُہ مردانہ وار ان واقعات پر غور کریں۔ پہلے تو انہیں ایران کی مالی حالت دیکھنی چاہیئے۔ اگر رُوس کے ایران کو قرضہ دینے سے انگریزوں کے حقوق کو وُہ صدمہ پہنچا ہے کہ جسکا دفعیہ نہیں ہو سکتا۔ تو یقیناً میرا لیکچر دینا لاحاصل ہے۔ کیونکہ مَیں آپ کو ایران میں زیادہ دلچسپی لینے کی تحریک کر رہا ہُوں۔ اور یہ تو ظاہر ہی ہے۔ کہ روس کے ایران میں بااختیار ہو جانے سے ہمارا دلچسپی

لینا یا نہ لینا یکساں ہو جائیگا۔ لیکن یہ معاملہ نہیں ہو۔ موجُودہ شاہ ایران کا باپ جبکہ گزشتہ ایام میں انگلستان آئے تھے۔ تو اسوقت ایران کو مطلق کسی قسم کا قرضہ لینے کی ضرورت نہ تھی۔ بدقسمتی سے شاہ ایران کو غیر اقوام کو رعایات عطا کرنیکا مرض دامنگیر ہوا۔ جس سے کوئی شخص بغیر کسی تکلیف کے بہت سا روپیہ کما سکتا ہے۔ اس طرح شاہ ایران اور ان چند انگریزی تاجروں میں جھگڑا ہو گیا۔ جنہیں گورنمنٹ ایران کی طرف سے لاٹری اور فروخت تمباکو کا مخصوص حق حاصل تھا۔ فروختِ تمباکو کو صرف ایک انگریزی کمپنی کے لئے محدود کر دینے سے ایرانی رعایا ایسی ناراض ہو گئی۔ کہ شاہ ایران کو اپنا عطیہ واپس لینا پڑا۔ لیکن اِس کے عوض میں انہوں نے مذکورہ کمپنی کو ایک کثیر رقم بطور تاوان کے ادا کی۔ اس رقم کی ادائیگی کے لئے ملک میں ایک بینک بنام "امپیریل بینک آف پرشیا" قائم کرنے کی ضرورت پڑی۔ یہ بینک ایک انگریزی کارخانہ ہے۔ جسکا میر مجلس مَیں ہُوں۔ اب اس قرضہ کو جو کہ امپیریل بینک سے لیا گیا تھا۔ رُوسی قرضہ میں سے ادا کرنیکا وقت آیا۔ جس میں بینک کے تمام حصّہ داروں کا فائدہ تھا۔ گورنمنٹ ایران کو جب پھر مالی مشکلات پیش آئیں۔ تو اس نے دوبارہ قرضہ لینے کی آرزو ظاہر کی۔ لیکن لنڈن کے سرمایہ داروں نے انکی پیش کردہ شرائط کو منظور نہ کیا۔ امپیریل بینک نے اس سے پہلے گورنمنٹِ ایران کو خلیج فارس کے محصُول چنگی کی ضمانت پر کچھ قرضہ دیا تھا۔ اب جبکہ ایک بڑی رقم قرضہ کی ادا کی گئی۔ تو وزیرِ اعظم ایران نے آرزو ظاہر کی۔ کہ خلیج فارس پر سے انگریزی قبضہ اُٹھا لیا جائے۔ اور اگر گورنمنٹِ ایران اس قرضہ کی اقساط ادا کرنے میں توقف کرے تو خلیج فارس پر انگریزی قبضہ از سرِ نو جاری ہو سکتا ہے۔ مگر لنڈن کے صرّاف اس شرط پر قرضہ دینے سے انکار کرتے تھے۔ رُوس اسوقت ایران کی مالی امداد کرنے پر ہرگز تیار نہ تھا اور محکمہ خارجیہ انگلشیہ اس قرضہ کا ضامن نہ بنتا تھا۔ آخر کار بلجیم فرانس اور دیگر مختلف ممالک سے قرض لینے کی بہت سی لاحاصل کوششوں کے بعد رُوس نے ساڑھے بائیس لاکھ پونڈ قرض دینا منظور کیا۔ اور ایران کے سر سے ایک بڑا بھاری بوجھ دُور کیا۔ ان ایّام میں موجُودہ

شاہِ ایران سفرِ یورپ پر روانہ ہونے والے تھے۔ اور راستے میں نمائش پیرس مُلاحظہ کرنیوالے تھے۔ ان کی صحت اچھّی نہ تھی۔ اور ان کے لئے یورپ میں معدنی پانی کے حمام میں نہانا ضروری تھا۔ ایرانی سپاہ اور دیگر صیغوں کے لئے بہت روپیہ کی ضرورت تھی۔ اس لئے گورنمنٹ ایران کو مجبوراً کہیں نہ کہیں سے روپیہ قرض لینا تھا۔ اور چُونکہ ایران کو کہیں سے یہ رقم مل نہ سکتی تھی۔ اُس نے عقلمندی کی اور روس سے قرض لے لیا۔ مگر انہیں شرائط پر کہ جن کے منظور کرنے سے انگلستان کے سرمایہ دار انکار کرتے تھے۔ پس اگر قرضہ دینے کا موقعہ انگلستان کے ہاتھ سے جاتا رہا تو اس میں لنڈن کے سرمایہ داروں کا اپنا ہی قصور ہے۔ وُہ محصُولِ چونگی پر قابض رہنے کا اصرار کرتے تھے۔ رُوس نے بغیر قبضہ لینے کے منظور کرلیا۔ اور اگرچہ دونوں میں فرق یہ تھا۔ کہ گورنمنٹ رُوس تو اس قرض کی ذمّہ وار تھی۔ اور صیغہ خارجیہ انگلشیہ ذمّہ وار نہ ہوتا تھا۔ تاہم یہ بہت زیادہ فرق نہیں سمجھا جاسکتا۔

رُوسی قبضہ

رُوسی قرضہ میں ایک شرط تھی۔ جو ہماری حالت میں نہ تھی۔ امپیریل بینک آف پرشیا کی دستاویز قرض کی ایک شرط یہ تھی۔ کہ تمام خارجہ قرض ادا کر دیئے جائیں۔ لیکن یہ بات زیادہ اہم نہ تھی۔ رُوسی قرض کی دستاویز میں صرف ایک ہی قابلِ اعتراض بات تھی۔ اور وُہ یہ تھی کہ گورنمنٹِ ایران بلا رضامندی رُوس کسی مُلک سے اَور قرض نہ لے۔ یہ شرط ظاہراً نامناسب تھی۔ لیکن ایران اب مہذب ممالک کے حلقہ میں داخل ہو رہا تھا۔ جب اُس کے ذرائع آمدنی بڑھ گئی۔ اور ان کا بڑھنا لازمی بات تھی۔ کیونکہ گورنمنٹ ایران نے عزم کر لیا تھا۔ کہ نئی پبلک عمارات۔ محکمۂ آبپاشی۔ سڑکیں اور ریلیں بنا کر ملک کی حالت کو بہتر بنائیگی۔ تو اُس کے لئے یورپین صرافوں کے قریب آنا لازم تھا۔ اس سے مذکورہ شرط ناقابلِ عمل اور بیہودہ ہوگئی۔ کیونکہ اب کوئی اسے جبر سے عمل میں نہیں لاسکتا۔ یہ قرضہ زیادہ عرصہ تک

قائم نہیں رہیگا۔ اب وُہ دن بہت جلد آنیوالا ہے کہ جب ایران کو اور روپیہ کی ضرورت ہوگی✝ پس اگر رُوس زیادہ قرضہ دینا منظور کرے۔ تو کون اعتراض کرسکتا ہے! اگر وُہ چاہتا ہو کہ ایران میں ریلیں اور سڑکیں بنائی جائیں۔ گو مُلک بنجر اور ویران ہی رہے۔ تو اُسے کون منع کرسکتا ہے۔ لیکن انگلستان ایسا ملک ہو۔ جس میں تموّل کا دریا بہ رہا ہے۔ اور اُس کے سوداگروں اور صرافوں کے لئے زیادہ مناسب تھا۔ کہ وُہ اپنا روپیہ ایک ایسے ملک میں لگاتے۔ جو دِن بدن ترقی پر ہے۔ اور جو بہت جلد تاریخ دُنیا میں بڑا حصّہ لینے والا ہے۔

گورنمنٹ کی ضمانت

یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ گورنمنٹِ انگلستان نے اس قرضہ کے ضامن بننے سے انکار کر دیا ہے؟ مَیں محکمہ خارجیہ کے خلاف کچھ نہیں کہونگا۔ جسے معاملات ایران میں بڑی مُستقل دلچسپی ہے۔ لیکن ان معاملات میں گورنمنٹ کا فیصلہ بہت سے قابلِ غور امور پر منحصر تھا۔ پہلی بات یہ ہے۔ کہ ہماری گورنمنٹ کانسٹی ٹیوشنل ہو۔ اور ہر ایک غیر قرضہ کے لئے اولاً پارلیمنٹ کی منظوری لازمی ہے۔ لیکن رُوس کی حالت دگرگوں ہے۔ غیر ممالک کو قرضہ دینے کا خیال ۂوس آف کامنز کے بہت سے حصص میں ناپسند کیا جاتا ہے۔ انگلستان کی عُمدہ مالی حالت کی ایک وجہ آزاد تجارت ہے۔ اور روپیہ بھی دیگر اشیا کی طرح ایک تجارتی چیز ہے۔ انگلستان دُنیا کا ایک بڑا بینک ہے۔ کیونکہ وہاں روپیہ کی آزاد تجارت ہوتی ہی جب سے گورنمنٹ نے ذمہ لیا ہے۔ کہ وُہ اس تمام روپیہ کی ذمّہ وار ہے۔ جو ممالک غیر میں لگایا جاوے۔ اس وقت سے انگلستان کی مالی حالت خطرہ میں ہوگئی ہو۔ میں خیال نہیں کرتا۔ کہ رُوس کا قرضہ دینا بلحاظ پالیسی کے اس کے حق میں مفید ہے۔ میری رائے میں یہ بالکل ایک معمولی بات ہو۔ چونکہ اس سے پہلے ہی شمالی ایران میں رُوس کا بڑا غلبہ ہے

✝ یہ پیشین گوئی پوری ہو چکی۔ اور روس نے ہی ایران کو مزید قرضہ دیا کہ جس کے متعلق تفصیل اسی کتاب کے متن میں درج ہے۔

اس نئے قرضہ سے اُس کی وقعت ذرا بھی زیادہ نہیں ہُوئی۔ لیکن اگرچہ شمال میں رُوس کی عظمت امر مسلّمہ ہے۔ اور اس کا رُعب حد سے زیادہ ہے۔ تاہم کوئی خاص بات ایسی نہیں۔ کہ جسکا انگلستان خصُوصیت سے شاکی ہو۔ انگلستان اور رُوس کی رقابت ایران میں بڑے زور پر ہے۔ لیکن رُوس اپنی توسیع کی پالیسی پر حسب معمُول قائم ہے۔ بحالیکہ انگلستان کے تجارتی کام دِن بدن تنزل پر ہیں۔ شمالی ایران میں جو کچھ رُوس نے کیا ہے اُسکے مقابلہ میں انگلستان نے جنوب میں کچھ بھی نہیں کیا +

سڑکیں اور ریلیں

رشت سے طہران تک ایک سڑک گاڑیوں کی ہے۔ اُسے رُوس نے اپنی تجارت کی سہولیت کے لئے تین لاکھ بیس ہزار پونڈ کی لاگت سے تعمیر کیا ہے۔ اور گورنمنٹ ایران نے اُس کی نصف رقم اپنی گرہ سے ادا کی ہے۔ ابتدا میں اس کے حصّہ داران کو محصُول چونگی سے معقول منافع ہوا۔ سڑکیں ایران کی بڑی ضروریات سے تھیں۔ امپیریل بینک کے پاس اس سڑک کا ٹھیکہ تھا۔ جو کہ طہران سے جنوب کو جاتی تھی۔ اور جس کے کنارے پر ملک کے اچھے اچھے قصبے آباد تھے۔ اس سڑک کے کچھ حصّہ کا کام ملتوی کیا گیا تھا۔ لیکن جہاں کہیں کام جاری تھا۔ وہاں معقول فائدہ ہوتا رہا۔ اور اگر ریلوں کی نسبت پُوچھو۔ تو اُنکی تعمیر کرنیکا وقت آگیا ہے۔ ان میں بعض کی تعمیر سے معقول فائدہ کی اُمید ہو۔ مثلاً ایک ریلوے لائن دُخانی کان اور ترکی سرحد سے طہران تک بہت سے بارونق اور عُمدہ قصبات میں ہوتی ہُوئی بن سکتی ہو۔ ایک اَور ریلوے سڑک اس رُوسی سڑک کے ساتھ ساتھ بن سکتی ہو۔ جسکا مَیں نے ذکر کیا ہے۔ اگر رُوس اپنا روپیہ ضائع کرنا چاہتا ہے۔ تو اُسے ایران کے شمالی حصص میں ریل بنانی چاہیئے۔ بہرحال جنوبی حصّہ بلحاظ تجارت سب سے عُمدہ حصّہ ہو۔ اور ہم کبھی توقع نہیں کرسکتے۔ کہ رُوس خلیج فارس تک ریل بنائیگا۔ ایسی ریلوے کبھی پُرمنفعت

ثابت نہیں ہوسکتی۔ اور یقیناً رُوس بھی اپنا بہت سا روپیہ ایسے مشکوک کام میں صرف نہیں کرسکتا۔ گورنمنٹ جرمنی نے بابعالی سے ایک لائن کے لئے ٹھیکہ لیا ہے۔ جو ایشیا کوچک سے بغداد تک ہوگی۔ اور شائد اس کی توسیع خلیج فارس کے ایک عربی بندر تک بھی ہوسکیگی۔ لیکن ابھی تک توسیع کا خیال صرف مشکوک امر ہے۔ مَیں جرمنی کی ہمّت کو جو اس نے مشرق میں ظاہر کی ہو۔ مُبارک کہتا ہُوں۔ اور اگر انگلستان اور جرمنی مل کر کام کرینگے۔ تو یہ دونوں کے حق میں بہت مفید ہوگا۔ یہ اچھی بات ہے۔ کہ ایک سے زیادہ بڑی طاقتیں مشرق میں باہم حریف ہوں۔ اگرچہ اخبارات جرمنی ایک مضحکہ آمیز غصّہ کی حد تک ہمارے خلاف لکھا کرتے ہیں۔ لیکن قیصر جرمنی خوب سمجھتے ہیں۔ کہ جرمنی کی آئندہ قسمت بہت کچھ اتّحاد انگلستان کے ساتھ وابستہ ہے اور میرا اپنا خیال ہو۔ کہ جرمنی کی ایشیا میں قدم زنی ہمارے اور اُسکے دونوں کے لئے مفید ہے

ریل کی سڑکیں ہندوستان تک

اس کے بعد سر لیپل گریفن نے ان تجاویز کا ذکر کیا۔ کہ ہندوستانی ریلوں کو شمال کی طرف رُوسی ریلوں سے اور جنوب کی طرف جرمنی ریلوں سے ملا دیا جائے۔ مسٹر میکلیں جیسے ایک معقول اور تجربہ کار ممبر پارلیمنٹ نے حال ہی میں ان تجاویز کی تائید میں ایک لیکچر امپیریل انسٹیٹیوٹ میں دیا ہے۔ اور اس کے متعلق ہوس آف کامنز میں سوالات دریافت کئے ہیں۔ مسٹر میکلین نے اس بارہ میں تائیدی خیالات ظاہر کئے ہیں۔ لیکن میری رائے میں یہ سوال ایسا بودا ہے۔ کہ اسپر بحث کرنا سراسر غلطی میں داخل ہوگا۔ میں نہیں کہنا چاہتا۔ کہ اس سے ہمارے مشرقی مخالفوں کو کیا نقصان پہنچیگا؟ کیونکہ مَیں خوب جانتا ہُوں۔ کہ ہندوستان اپنی حفاظت کرنے کی بخوبی قابلیت رکھتا ہو۔ لیکن مَیں تجارتی آراء کی بنیاد پر یہ سوال پُوچھتا ہُوں۔ کہ کیا اس سے زیادہ کوئی بھی شے کمزوری پیدا کرنے والی ہوسکتی ہے۔ کہ ہم اپنی تجارت کی اعلےٰ عظمت دُوسروں کے ہاتھ میں دیدیں۔ اور بلوچستان اور ایران میں

ریلیں بنا کر اپنے تجارتی حریفوں کے لئے سہولتیں پیدا کریں۔ آپ کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہمارے عُمدہ دوست امیر صاحب کابل نے انہی خیالات کی بنیاد پر اپنے ملک میں ریلیں بنانے سے انکار کر دیا ہے۔

خلیج فارس

میرا خیال ہے کہ خلیج فارس کا سوال گورنمنٹ کے زبردست ہاتھوں میں رہنا ہی مناسب ہو۔ ہم کئی سالوں سے خلیج فارس میں غالب سلطنت رہے ہیں۔ ہمارے عہد نامے ساحل عرب کے تمام بڑے بڑے سرداروں اور فرقوں کے ساتھ قائم تھے۔ وقتاً فوقتاً ساحل ایران کے ضروری بندر ہمارے قبضہ میں رہے ہیں۔ اور ابھی تک ہمارے حقوق بعض بندروں پر ہیں۔ جو کہ عہد نامجات کے رُو سے قائم ہیں۔ پس جب میں انگلستان کے گذشتہ تاریخی کارناموں پر غور کرتا ہُوں۔ تو یہ کبھی میرے خیال میں بھی نہیں آسکتا۔ کہ گورنمنٹ انگلستان۔ ایران میں ہماری عظمت کو اس طرح تباہ ہونیکا موقع دیگی۔ علاوہ بریں خلیج فارس کی آب و ہوا ہی ایک طرح پر بجائے خود حفاظت ہو۔ یہ ایک ایسی جگہ ہے۔ جہاں ہم سوائے اپنے سخت دشمنوں کے کسی اَور کو رہائش کی اجازت نہیں دینگے۔ فارس کے حدود سے اگر ہم چلے آئے ہیں۔ تو اُس کی یہ وجہ نہیں۔ کہ کسی غیر سلطنت نے ہمیں پس پا ہونے پر مجبور کیا ہے۔ بلکہ وجہ صرف یہ ہے۔ کہ ہمارے سپاہی اِس آب و ہوا کی برداشت نہیں کر سکتے۔ پس میں کبھی خیال نہیں کرتا۔ کہ رُوس ہماری جگہ قبول کریگا۔

ایران کی آئندہ حالت

مجھے کامل یقین ہو۔ کہ ایران کی آئندہ حالت کو تمام دُنیا بہترین تسلیم کریگی۔ گذشتہ دس سال میں مجھے ایران کے متعلق جو واقفیت حاصل ہوئی ہے۔ میں اس سے کہ سکتا ہُوں کہ

ایران نے بہت سے صیغوں میں ترقی کی ہے۔ اور دستکاری کے وُہ کام تمام ترقی پر ہیں جو رو بتنزل تھے۔ مثلاً ریشم اور افیون کی پیداوار میں بڑی ترقی ہُوئی ہے۔ مسٹر ناس باشندۂ بلجیم جو گورنمنٹ ایران کی طرف سے محصُول چونگی کے انتظام پر اس لئے مقرر تھا۔ تاکہ دکھائے کہ جائز کوششوں سے اس پہلو میں کیا ترقی ہو سکتی ہے۔ اس نے ڈیڑھ سال میں آمدنی کو دُگنا کر دیا۔ اور بلجیم کے بارہ اور باشندے اس کی مدد پر تعینات کئے گئے۔

جرمن ریلوں کا ٹھیکہ

رُوسی قرضہ کا ذکر کرتے ہُوئے لیکچرار صاحب نے دوبارہ کہا۔ کہ اس کے فوائد صرف موہوم ہیں۔ اور اگر ان فوائد سے کسی اَور سلطنت کے انٹرسٹ کو نقصان پہنچنا ممکن ہو۔ تو وُہ صرف جرمنی کے لئے ہے۔ کیونکہ جرمن نے قسطنطنیہ سے بغداد تک ریل بنانے کا جو ٹھیکہ لیا ہے۔ اس سے بڑی تشویش پھیل گئی ہے۔ لیکچرار نے انگریزی صرافوں کو ایران میں تجارتی کام کھولنے کی صلاح دی۔ اور اس کے بعد کہا۔ کہ اس قطعہ زمین کی آبپاشی کا کام خوب منافع خیز ہوگا۔ جو ساحل سمندر یا دریائے کارون کے دونوں کناروں سے ایک سو ساٹھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ میرے خیال میں وُہ قطعہ زمین دریائے نیل کے ڈیلٹا کے برابر زرخیز بن سکتا ہے۔ شاہ مرحوم اس تجویز کے موید تھے۔ لیکن انہیں اعتراض صرف اس بات میں تھا۔ کہ "ہندوستانی یہاں آکر کام نہ کریں"۔ میرا قیاس ہے کہ اگر انگریزی سوداگر اس میں روپیہ لگائیں۔ تو انہیں بڑا فائدہ ہو۔ اِس طرح انگریزی سرمایہ سے مجوزہ جرمن ریل بغداد سے طہران تک لائی جا سکتی ہے۔ اگر کبھی یہ سلسلہ ریلوے کا بغداد سے طہران تک مکمل ہو گیا تو ایران میں بہت کچھ مالی اور ملکی اصلاح ہو جائیگی۔

ہماری پالیسی

لکچرار صاحب نے خاتمہ پر کہا کہ ایران میں ہماری پالیسی ہمیشہ سے صلح و امن کی پالیسی رہی ہے ۔ ہم نے کبھی الحاق ایران کا ارادہ ظاہر نہیں کیا ۔ ہماری آرزو شاہ ایران کے ہاتھ کو زیادہ زبردست بنانے اور اس کے ساتھ مل کر کام کرنے کی رہی ہے ۔ تاکہ اُس کے ملک اور قوم کو فائدہ پہنچے ۔ اہلِ ایران اس پالیسی سے ایسے ہی واقف تھے ۔ جیسے کہ امیر صاحب کابل ۔ اگرچہ کبھی کبھی اُن کی رائے متزلزل ہو جایا کرتی تھی ۔ جنوبی افریقہ میں ہماری ناکامیابی کا اثر نہ صرف ایران ہی میں ہوا ہے ۔ بلکہ یہ تمام ایشیا میں پھیل گیا ہے ۔ لیکن منحوس ترین وقت گذر گیا ہے ۔ اور مجھے کافی یقین ہے ۔ کہ اختتامِ جنگ پر دُنیا ہمیں اسوقت سے زیادہ زبردست خیال کریگی ۔ جبکہ جنگ شروع ہوئی تھی ۔ اب نہ صرف ایران میں ہی بلکہ تمام دُنیا میں یہ امر تسلیم کیا جائیگا ۔ کہ وُہ طاقت جو کہ جنوبی افریقہ میں دو لاکھ سپاہی اور ضروری سامانِ جنگ ۔ ایک بہت طویل بحری سفر کے بعد بہت قلیل عرصہ میں مہیا کر سکتی ہے ۔ وُہ اس سے بہت زیادہ کوشش سپاہ اور سامانِ جنگ کے مہیا کرنے کی اسوقت کریگی ۔ جب اس کے انٹرسٹ کو نقصان پہنچتا نظر آئیگا ۔

صدر انجمن صاحب نے تجویز کارون کی تائید میں تقریر کی ۔ اور کہا اس کام کا جزوِ اعظم ختم ہو چکا ہے ۔ اب اِسے از سرِ نو شروع کرنے کے لئے صرف ڈیڑھ لاکھ پونڈ کی ضرورت ہے اور گورنمنٹِ ایران بھی ہمیں یہ موقعہ عطا کرنے پر تیار ہے ۔

رُوس کو اَور مراعات

ذیل میں ایک سیاسی گفتگو درج کیجاتی ہے جو روس اور ایران کے معاملات کے متعلق ۲۵ ۔ مارچ ۱۹۰۲ء کو انگلستان کی پارلیمنٹ میں ہوئی ۔ یعنے ایک ممبر پارلیمنٹ

نے چند سوال پوچھے اور گورنمنٹ نے اُنکے جواب دیئے ۔

مسٹر ٹی ۔ جی ۔ باؤلینز نے پوچھا ۔ "کیا گورنمنٹ پہلے اسبات سے آگاہ تھی کہ رُوس و ایران میں معاہدہ ہوا ہے کہ کچھ عرصہ تک ایران میں سوائے رُوس کے اَور کوئی ملک ریلوے تعمیر نہ کر سکیگا ۔ اگر یہ بات معلوم تھی تو کچھ اُس کی بھی خبر تھی کہ یہ معاہدہ کتنے عرصہ کے لئے ہے ۔ اور کیا ایرانی رعایا بھی ریل نہ تعمیر کر سکیگی ۔ پارلیمنٹ کو اُس کے متعلق کسی خط و کتابت کا پتہ چل سکتا ہے یا نہیں ؟"

وسکاؤنٹ کرین بورن نے جواب دیا ۔ کہ بیشک گذشتہ چند سال سے رُوس و ایران میں اس قسم کا معاہدہ ہو چکا ہے ۔ کہ ٹلرو ٹے ایران میں سوائے روس کے ایرانی تک بھی ریلوے تعمیر نہ کر سکینگے ۔ برٹش گورنمنٹ کو اس سے کوئی تعلق نہیں ۔ البتہ ریلوے تعمیر شروع ہونے پر برٹش گورنمنٹ نے تجارتی حقوق حاصل کرلئے ہیں ۔ اِس کے متعلق کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی جو پیش کیجا سکے ۔"

مسٹر باؤلینز نے پوچھا ۔ کہ کیا گورنمنٹ کو یہ بھی معلوم تھا کہ رُوس و ایران میں کوئی معاہدہ ہوا ہے کہ روس کسپین یا کسی اَور جگہ سے خلیج فارس تک ریلوے تعمیر کرے ۔ اور خلیج فارس پر فوجی یا تجارتی بندر قائم کرے ۔ یا کسی جہازی کمپنی کو رُوس نے خلیج فارس سے رُوسی بندروں تک تجارت کرنے میں مدد دی ہے ۔ اور کیا پارلیمنٹ میں ایسے کاغذات پیش کئے جا سکتے ہیں کہ جن سے معلوم ہو سکے کہ برٹش گورنمنٹ اور انڈین گورنمنٹ نے اپنے حقوق قائم رکھنے کا کیا انتظام کیا ہے ؟ ۔

لارڈ کرن بورن نے ۔ بیشک یہ سُنا گیا تھا کہ رُوس نے چند جہازوں کو جو رُوس اور خلیج فارس کے مابین تجارت کرتے ہیں ۔ کچھ مدد دی تھی ۔ باقیماندہ سوالات کا جواب نفی میں دیا جاتا ہے ۔ اور اسوقت کاغذات پیش کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا ۔"

مسٹر بائولینر نے پوچھا "کیا گورنمنٹ کو یہ بھی معلوم ہے کہ رُوس نے ایران کو ساڑھے باؤ لاکھ پونڈ اور قرض دیا۔ یا دینے والا ہے۔ جس کے عوض میں رُوس کو تبریز سے طہران تک ریلوے یا معمولی سڑک بنانے کی اجازت ہوگئی۔ اور اِس قرض کا کچھ حصّہ ایران اُس سڑک پر قلعے بنانے میں صرف کریگا جو ہندوستان سے کوئٹہ اور سیستان ہوکر ایران کو گئی ہے۔ اور اس کے متعلق کچھ کاغذات پیش کئے جاسکتے ہیں۔ یا نہیں؟"

لارڈ کرانبورن نے جواب دیا "کہ ہم کو صرف یہ معلوم ہے کہ قرض کے لئے گفتگو ہورہی ہے۔ اور طہران سے تبریز تک سڑک بنانے کی بھی اس میں ایک شرط ہے۔ ہم کوئی کاغذات پیش نہیں کرسکتے۔"

مرزا محمد رضا قاتل شاہ ناصرالدین قاچار

ضمیمۂ چہارم

جرائد قسطنطنیہ میں فارسی تحریرات

(حضرت شاہ کی شان میں)

اخبار معلومات نے یہ لکھا تھا:-

درین روز فیروز بہجت اندوز بملاقات مولائے معظّم ما عثمانیان و مایۂ مفاخرت اسلامیان اعلیحضرت سلطان عبدالحمید خاں خلداللہ ملکہ۔ خسرو ملک ایران وارثِ تخت و تاج کیان شاہ دِل آگاہ اعلیحضرت ہمایون مظفرالدین شاہ تشریف فرمائے پائے تخت معظّم کہ مرکز اسلامیت است میکردند۔ بدین واسطہ در ہر سو رونق و شکوہے دِل افروز مشاہدہ میشود۔ دولت علیۂ ایران از ازمنۂ قدیمہ بواسطۂ رابطہ اسلامیت و پیوند یگانگی و اُلفت۔ محب دولت آل عثمان و بدین جہت از سائر دول ممتاز بُودہ است۔ خصوصًا امروز کہ ملک ایران مانند اعلیحضرت مظفرالدین شاہ (کہ چشم و چراغ دودمان قاچاریہ و بعقل و درائیت و کاردانی و کیاست و مہام شناسی شہریاری و بزرگواری موصُوف و معروف است) دارد۔ و شک نیست کہ این خسرو عادل بلند جائگاہ را غرض ازین ملاقات عزم توثیق روابط یگانگی و یکجہتی و تشیید ارکان اُلفت و ودادمے باشد۔ و بہمین واسطہ عموم رعیّت عثمانیہ ورود مسعود ہمایون ایشان را باین پائے تخت ازجان و دل تبریک و تہنیت میگوئیند و امتنان قلبیہ خویش را باکمال شغف و سرور اظہار میدارند اعلیحضرت مظفرالدین شاہ نہ تنہا در کشور محروسہ بعلّو ہمت و سمو نہمت و معارف پروری، عدل گستری اشتہار دارند بلکہ در اقطار وسیعہ جہان صیت ہنر و فضل ایشان رسیدہ و خوان ثناخوانی شان در ہر بزمے کشیدہ است ہم بدیہی است کہ روابط حسنہ و مناسبات

دوستانہ چہ در مسائل سیاسی وچہ غیر آں ہموارہ درمیان ایں دو دولت اسلامی بیش از سایرین بودہ ومرحوم ناصر الدین شاہ والد مغفور شاں نیز ہموارہ جہد وکوشش میفرمودند کہ ایں روابطِ حسنہ بیش از بیش افزوں گردد و رونقش زیادہ باشد۔ مارا شبہہ نیست کہ الحال ایں خسرو دل آگاہ کہ فرزندارجمند جانشین ووارث بالاستحقاق آں مرحوم مغفور است ہمہ آمال وآرزو شاں یکدل ویکجہتی بادولتین علیتین است وایں روابط زیادہ از اول مشید وایں دوستی بیش از بیش مستحکم خواہد بود وایں گونہ امید وآمال ہیئت جامعہ ملیہ عثمانیہ را مجبور میدارد کہ قدوم مبارک ایشاں را مغتنم ومکرم شمردہ واز صمیم قلب اعلیحضرت شاں را بدعائے خیر وثنا ہائے نیکو یاد نمایند۔ جرائد یومیہ واسبوعیہ ایں بندہ کہ دیر زمانیست خادم عالم اسلامیت وخصوصاً مرآت مصالح دولت علیہ عثمانیہ وزبانِ ملت است بایں آرزو کہ اوصاف حمیدہ اعلیحضرت ہمایونی درآں مذکور افتد افتخار تام دارند وہمگناں ورود آں اعلیحضرت را از طرف ملت وسیما از جانب ادارہ ثروت تبریک ومبارکباد میگویند۔

شاہِ ایراں مظفر الدین شاہ   خسروِ ارجمند گردوں جاہ
ملکِ باذل وسپہر وقار   شہریارِ بزرگ و عدل شعار
وارثِ تخت وتاج وملک کیان   صاحبِ مرز وخطۂ ایراں
خوشتریں دورے از ہمہ دوراں   شد بعبد الحمید خاں مہماں
آں شہنشہ کہ خوئے اوست حمید   طاعتش فرض کردہ ربِّ مجید
دُرِ یکتائے لُجّۂ اسلام   حافظِ شرع ودین خیر انام
بارے اندر چنیں مقدس روز   بخت بگشادہ چہرۂ فیروز
نائے وچنگ وچغانہ باید خواست   بطرب صبح وشام بزم آراست
تہنیت گفت باید ایشاں را   مدح وتوصیفِ ہردو سلطاں را
جملہ اسلام را بذوق وطرب   مہرباں کن بیکدگر یاربّ

منظومۂ دیگر

نمود پرتوِ شاہی زمطلع اجلال   رسید از سفر آں شہریارِ نیک خصال
یگانہ خسروِ ایراں (مظفر الدین شہ)   کہ ہست نیّرِ الطاف ایزدِ متعال
شہے کہ مقدم اورا بہر زمیں کہ رسد   فرشتگانِ سماوی کنند استقبال
زحل زگنبد نیلوفری فرود آید   رکابداری اورا گرش دہند مثال
سزاست آنکہ ثریا برائے شاباشش   پر آگنند زو شاخِ خود ایں گزیدہ لآل
ایا شہے کہ بجود وسخا وعدل وکرم   کسے نشاں ندہد مر ترا نظیر ومثال
قدم بدیدہ بنہ چوں عزیز مہمانی   کہ میزبان تو ہستند دولت واقبال
قرینِ ماہ منور شدن ترا زیبد   کہ آفتاب جلالی و آسمان جمال
زماں یابد ازیں اجتماع۔ فوزِ عظیم   زمین گیرد ازیں اقترانِ اعظم فال

اور اخبار سعادت نے یہ لکھا تھا:—

میتواں امروز را کہ روز مسعود دولت ویوم ملاقات دو بادشاہ معظم اسلام است۔ فاتحۃ الکتاب کتابِ سعادت گفت۔ آبیاری اصل شجرۂ طیبہ وداد را کہ اصلہا ثابت داشت ریزش لآلی زاہرۂ دوستداری در کف کفائت گرفت۔ ودر گلستانِ وداد بر گلبنِ اتحاد مرغکِ خوش بیان با بیانے ملیح بصباح الخیر سعادت مترنم۔ تشریف شہنشاہ معظم ایرانیاں ساحت قسطنطنیہ را رشک گلشن وچشم مباحات ملت نجیبۂ عثمانیہ وہیئت جامعۂ اسلامیہ را روشن داشت۔ براستی ایں ملاقات مبشر حصول ازدیاد روابط محبت گردید۔ رابطہ قویہ معنویہ را مقوم وشرائط کلیہ یکجہتی را متمم ہیئت جامعۂ توحید را توحیدے جدید ورابطۂ قدیمہ دو حکومت را آبش سدید۔ بیان محاسن ایں ملاقات وتذکار محامد ایں مضافات را حوصلہ تقریر وقوۂ تحریر در عجز واز بیانش رفیق عنوان بلاغت وموشح بطغرائے فصاحت است۔ مراتب حسن قبول تشریف ایں بادشاہ عالی بخت را در پائے تخت عظمیٰ در شرائط

رعائت تعظیم ومراعات دقائق تکریم ازطرف جناب ملوکانہ میتواں دلیل قوی وضمانتے درست در تشیید اساس مودّت و ترصین بنائے مخالصت بین دو دولت حشمت آیت گرفت وبنائے اساس تحبب زابین دو دولت جلیل ونجیب کہ از زمان قدیم مربُوط بروابط محکمۂ دینی و مصدق بمصداق اشتراک درحصُول ادبے وتاریخے وموافق درمشوار وعادات قومی بُودہ اند میتواں بااین ملاقات صُورت تحکیم داد وبغرض صمیمت وافتخار ترصینین۔ عمُوم ملت جلیلۂ عثمانیہ در وصُول اعلیحضرت بادشاہ ایران متحسّن بحس صمیمت ومتشکر بلسان حمد قند از محاسن جلیلش کہ موجب مفخرت ہیئت مجموعۂ اسلام است کہ از ہنگام تابش بربالش شاہنشاہے در بسط بساط عدل وتمہید قوانین امن وجہد در ترقی علوم وصنائع رواں شاہان گذشتہ ایں خاندان را شاد داشتہ وہیچ دقیقہ در بخشش نعمت رفاہ وآسائش فرو نگذاشتہ وعموم ملت ایرانیہ بلسان عبودیت از ابراز حسیات متشکرانہ غفلت راکفران نعمت مے شمارند عین افتخار آنکہ ملت نجیبہ عثمانی باقوم قدیم ایران درایں موہبۂ کاّیہ عظمیٰ ہمدست شرکت وازایں عطیۂ جلیلہ کبریٰ قرین سرور وفرحت کہ در ظل ظلیل حضرت ظل اّلہی اعظم کہ سرچشمۂ عدل واحسانست متجرع از کئوس صافیۂ امنیّت ومتنعم از اثمار باقیہ سعادت و دولت اند تعدادو نعمت اینگونہ اولیائے نعمت موجب خوشنودی خداوند وازدیاد سعادت۔ وکفرانش موجب تخطیط خرابطۂ شقاوتست۔ متمنی آستان قدس جلالت کہ ہیئت جامعۂ اسلام را در سایۂ حمایت ایں دو شاہنشاہ تاجدار از چشم بدروزگار در پناہ خودنگاہ دارد درحقیقت اتد مہمان نوازی حضرت ظل اللہ اعظم را درخصوص پذیرائی شاہنشاہ متبوع معظم میتواں بابراز مخالصت وتقدیم احترامات حکم دراں دول اروپ درمیزان قیاس سنجید اگرچہ سجایائے کرم ومزایائے مبجلہ حضرت خلافت پناہی درابراز مہمان نوازی درحق حکم داران عظام معلوم است ولے تا ایں پایۂ رعائت در شرائط احتشام ودقت ورقت در دقائق احترام مؤکد تاکید بنیان مصادقت ومؤید رابطۂ قویۂ سیاسیہ ومعنویہ بین دو دولت جاوید آیت است لہذا خادم اسلام وناشر حسنات انام ازطرف عموم ملت جلیلۂ عثمانیہ بلسان احترام مخصوصاً بخاکپائے اقدس ملوکانہ باعرض صمیمت بیان افتخار مے کند۔

ضمیمۂ پنجم (۵)

شاہ مظفر الدین

(اخبار لنڈن گرافک۔ ۲۸۔ جولائی سنہ۱۹۰۰ء)

اس موسم گرما میں شہنشاہ ضیاء الشمس مظفر الدین شاہ ایران ملکہ معظمہ کے مہمان ہوکر انگلستان تشریف لائینگے۔ مشرقی شان وشوکت کہ جس کے اُنکے والد ناصر الدین بہت دلدادہ تھے شاہ کی آنکھوں کو نہیں چوندھیائیگی۔ نئے شہنشاہ فضول شان وشوکت کو پسند نہیں کرتے۔ پچھلی دفعہ مَیں اُن سے ملا تو وہ ایک پُرانی اُونی جاکٹ اور اُونی پائجامہ پہنے ہُوئے تھے۔ پائجامہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے سفید جُرابیں صاف نظر آتی تھیں اس وقت وہ جادوگروں کا فوٹو لے رہے تھے۔ یہ طہران کے شاہی محل کا ذکر ہے۔ اپنے باغ میں وُہ درخت بھی لگایا کرتے ہیں۔ اور ہاتھوں کے مَیلا ہونے کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔ مگر اُنکا عزیز مشغلہ فوٹوگرافی ہے۔ اور وُہ فوٹو لینے کے بہت شوقین ہیں۔ اُنہوں نے انگریزی لیڈیوں کے بھی فوٹو لئے ہیں۔ اور اپنے سر کو دس دس منٹ تک فوٹوگرافک کمرہ کے سیاہ کپڑے کے نیچے رکھا ہے۔ کیونکہ کھُلم کھُلّا لیڈیوں کو گھُورنا خلاف تہذیب ہے۔ ایک خاص آدمی اِسی کام پر مامُور ہے کہ ہر موقع پر شاہ کا فوٹو لیتا رہے۔ ہز مجسٹی کے توشہ خانہ میں ہر قسم کی یورپین پُوشاک موجُود ہے۔ وُہ کبھی تو اپنا فوٹو سوئٹزرلینڈ کے کوہستانی کبھی جرمن توپچی۔ کبھی فرانسیسی پیدل سپاہی اور کبھی انگریزی خادم کے لباس میں لیتے ہیں۔ ہاں ایک دن میں ایک مرقع دیکھ رہا تھا۔ مَیں نے دیکھا کہ ایک مرجع خلائق خورشید علم بلند پایہ سلطان ایک خادم کے

لباس میں ہے۔ وہ ایک ہر دلعزیز شاہ مگر بھاری بھرکم آدمی ہیں۔ اُنکے ہونٹ لٹکے اور آنکھیں جھکی ہوئی ہیں۔ وہ نیک طینت ہیں۔ انہیں خون کی پیاس بالکل نہیں۔ مزاج بلغمی ہے اور کسی شخص کو سزا دینے کی بجائے بری کر دینا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ کچھ پہاڑی ٹاکو اُنکے سامنے لائے گئے۔ اُنکی سزا موت تھی۔ مگر شاہ نے اُنکا قصہ سُنا۔ اُن لوگوں کی مصیبت پر افسوس کیا اور انکو چھوڑ دیا۔ وہ اپنے بڑے بھائی ظلّ السّلطان گورنر اصفہان کے فیصلہ کے محتاج رہتے ہیں۔ ایران میں ظل سب سے زیادہ ذی اقتدار شخص ہے۔ اور اس کے تخت پر نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اپنی ماں کی طرف سے وہ شاہی خاندان سے نہیں ہے۔ جب سے وہ گورنر ہوا ہے وسط ایران کے غدّار اور قزاق اس کے نام سے کانپتے ہیں۔ اگر کوئی نان بائی روٹی خراب پکائے تو وہ اس کو معًا تنور میں ڈلوا دیتا ہے۔

شاہ ہونے سے پہلے مظفر الدین گورنر تبریز تھے۔ تبریز میں روسی سامان کی کثرت رہتی ہے۔ اور بڑے بڑے تجار ارمنی ہیں۔ تبریز میں اتنے روسیوں سے میل جول کی وجہ سے اُنکے خیالات روس کے موافق اور انگریزوں کے خلاف ہیں۔ تین سال ہوئے میں طہران میں تھا۔ اُس وقت انگلستان آنیکا انکا بالکل ارادہ نہ تھا۔ مگر ہندوستان کی سیر کا بہت شوق تھا۔ بلحاظ ایک عالیجاہ مشرقی بادشاہ ہونے کے انکا اندرون یا حرم نسبتًا بہت چھوٹا ہے۔ ناصر الدین کے مرنے کے وقت حرم میں (۱۷۶۰) خواتین تھیں۔ میں نے سُنا ہے کہ شاہ کے حرم میں صرف ۶۰ عورتیں ہیں۔ چونکہ شاہ پکّے مسلمان ہیں شراب کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ حالانکہ اُنکے والد کھانے کے بعد ہمیشہ پورٹ وائن کی ایک بوتل پیا کرتے تھے۔ شاہ ہماری ملکہ کی بہت مدّاح ہیں۔ مگر اُن کی سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک عورت اتنی بڑی سلطنت پر کیونکر حکمرانی کرتی ہے۔ اور ہماری طرزِ حکومت سے وہ حیرت میں ہیں۔ یہ بات اُنکے ذہن میں نہیں جمتی کہ دُنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو روپیہ کے لئے نہیں بلکہ عزّت اور ناموری حاصل کرنے کے لئے قانون بناتے اور انتظامِ حکومت کرتے

ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ میری حکومت میں رشوت اور ابتری کا بازار گرم ہے۔ وہ اکثر پوچھا کرتے ہیں۔ اگر یہ معاملہ ملکہ انگلستان کے سامنے پیش ہو تو وہ کیا کریں۔

وہ حریص بالکل نہیں۔ صوبوں کے گورنروں کی غربا سے بیجا ستانی ہی ایک ایسی بات ہے جو انکو اپنی جبلی سُستی اور کاہلی سے یکایک چونکا دیتی ہے۔ وہ ہمیشہ اس کی ٹٹول میں رہتے ہیں کہ ممالک یورپ کا میری نسبت کیا خیال ہے۔ یورپ کے ملکی معاملات سے خود اُنکی واقفیت فرانسیسی اخباروں کے ترجمہ کے ذریعہ ہوتی ہے۔ فرنچ وہ صرف تھوڑی سی بولتے ہیں مگر روسی زبان بہت اچھّی جانتے ہیں۔

جب شاہ اس مُلک میں آئیں اور انکو شہر بشہر پھرا کر وہ صنعتیں دکھائی جاویں جنکو وہ نہیں سمجھتے تو دنگ رہجاوینگے۔ مگر ایک عمدہ فوجی جائزہ ہی اُنکے دل پر بہت کچھ اثر کریگا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اگر کوئی چاہے تو انکو اسکاٹلینڈ کے بڑے جنگلی ہرن کے شکار کے لئے مدعو کرسکتا ہے۔ وہ اچھّے شکاری ہیں۔ اِس کی یہ وجہ ہے کہ جیساکہ عام لوگ خیال کرتے ہیں وہ ایرانی نہیں بلکہ قاچار ہیں۔ اگرچہ اُنکی رفتار سُست اور بھدّی ہے مگر وہ پہاڑیوں پر جاکر چیتوں اور وحشی بھیڑیوں کا شکار کرتے ہیں۔ غالبًا ایران بھر میں وہ ایک قادر انداز ہیں۔ اپنے ڈسک کی دراز میں ابھی ایک ایرانی سکّہ میری نظر پڑا ہے جو ادھنّی کے برابر ہے۔ اس کے بیچوں بیچ گولی کا ایک سُوراخ ہے۔ اوپر اُچھالکر شاہ نے اُس کو نشانہ کیا تھا۔ اسی طریقہ سے وہ ایک ادھنّی پر چھ بار میں سے پانچ بار نشانہ لگا سکتے ہیں۔

شاہ کج کلاہ کا دُوسرا سفرِ یُورپ

ہر چند کہ یہ اوراق ۱۹۰۱ء میں ہی مرتب ہو چکے تھے۔ لیکن اِن کے چھپنے میں توقف ہو گیا۔ یہانتک کہ مئی ۱۹۰۲ء میں معلوم ہوا کہ حضرت شاہ مظفر الدین دوبارہ سیاحتِ یُورپ کا عزم کرتے ہیں۔ اِن اوراق کے طبع ہونے کے بعد آپ کے دُوسرے سفر کے حالات معلوم ہونگے۔ سر دست اِسی قدر معلوم ہوا ہے کہ ۱۲۔ مئی کو شاہ کراکونی میں رہینگے۔ ۱۵۔ مئی کو فینا جائینگے۔ مگر پایۂ تخت آسٹریا میں آپ کا قیام نہوگا۔ بلکہ ۱۸ سے ۲۱ تک بندقیہ میں رہینگے۔ وہاں سے رومۃ الکبریٰ کو جائینگے۔ ۲۵ کو وہاں سے برلن کو روانہ ہونگے۔ ۲۹ سے ۲۔ جُون تک برلن میں اور بیس روز تک علاقہ رُوس میں رہ کر ایران کو واپس جائینگے اور غالباً اِس سفر میں بھی انگلستان میں نہیں جا سکینگے +

Sumratul Adab Dar ul Uloom
انجمن ثمرۃ الادب
دار العلوم

شاہ کجکلاہ کی فیاضی

پیرس کے جس پریس کٹنگ ایجنسی کے شاہ کجکلاہ پر چھ سو پونڈ کی نالش کرنے کی کیفیت اس کتاب میں لکھی جا چکی ہے۔ اب اس کی قسمت جاگ اُٹھی ہے۔ ۱۳۔ مئی ۱۹۰۲ء کا اخبار ڈیلی اکسپرس لکھتا ہے کہ جب شاہ کجکلاہ کو معلوم ہوا کہ پریس کٹنگ ایجنسی نے اُن پر چھ سو پونڈ کی نالش کی تھی مگر اُسے کامیابی نہ ہوئی۔ تو آپ نے حکم دیا کہ فوراً یہ رقم ادا کر دو اور ساتھ ہی فرمایا کہ بیشک۔ صرف اِن باتوں کے سُننے کے لئے کہ لوگ میری ذات کی نسبت کیا کہتے ہیں یہ رقم بہت بڑی ہے۔ اخبارات کو کہدو کہ میری نسبت کچھ نہ لکھیں۔ کیونکہ یہ بہت گراں سودا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایجنسی نے

بہت گراں نرخ چارج کیا تھا۔ اور اِس میں بھی شک نہیں کہ صرف شاہ کی فیاضی اور عالی حوصلگی سے اُسے یہ رقم مل گئی ہے جو غالباً دعویٰ خارج ہو چکنے کے بعد کسی یورپ کے بادشاہ سے نہ مل سکتی +

شاہ ایران اپنی پہلی سیاحت کے زمانہ میں کونٹرا کسویل میں عکسی تصاویر کا ایک کارخانہ دیکھ رہے ہیں۔ (از سکیچ ۱۱۔ جولائی ۱۹۰۱ء)

OSMANIA UNIVERSITY COLLEGE UNION LIBRARY